صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی
ایمانیات، عبادات، مُعاملات
ومعاشرت، اَخلاق، سیاسیات
تبلیغ، جہاد، زُہد وتقویٰ جیسے
عنوانات پر مشتمل پُر اثر واقعات
اور خدمات کا دلآویز تذکرہ

تقدیم

حکیمُ الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب رحمہ اللہ
(مہتمم دار العلوم دیوبند)

تقاریظ

حضرتؒ مولانا حافظ محمد ناصر الدینؒ نقشبندی مدظلہ
(نائب امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت)

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
(استاذ الحدیث، جامعہ خیر المدارس ملتان)

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان (0322-6180738)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمانیات... عبادات... معاملات ومعاشرت
اَخلاق... سیاسیات... تبلیغ جہاد... زُہد وتقویٰ جیسے عنوانات پر مشتمل
پُراثر واقعات اور خدمات کا دلآویز تذکرہ

تقدیم

حکیمُ الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب رحمہ اللہ
(مہتمم دار العلوم دیوبند)

تقاریظ

حضرتؒ مولانا حافظ محمد ناصر الدینؒ نقشبندیؒ مدظلہ
(نائب امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت)

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
(استاذ الحدیث، جامعہ خیر المدارس ملتان)

ترتیب

اَشرفیہ مجلس علم وتحقیق

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان (0322-6180738)

تاریخ اشاعت.....................جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

ناشر.............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت...................شاہکار پرنٹنگ پریس، ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
دارالاشاعت.......اُردو بازار.........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور
ادارۃ الانور.........نیوٹاؤن..........کراچی

مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

عرض مرتبین

پہلے مجھے پڑھئے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِحَضْرَةِ الْجَلَالَةِ وَالنِّعْمُ لِخَاتِمِ الرِّسَالَةِ

امابعد! اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت اور دُنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ہر نبی اپنی اُمت کیلئے اللہ تعالیٰ کے منتخب و برگزیدہ بندے تھے جو اپنے اپنے وقت میں مخلوق خدا کو ہدایت سے نوازتے رہے تا آنکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ کی رسالت کو تا قیامت چلنا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ماحول و معاشرہ سے منتخب نفوس کا انتخاب کیا اور انہیں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تلمذ سے نوازا۔ شریعت محمدی نے تا قیامت انسانیت کی ہدایت کا نمونہ اور آئیڈیل بننا تھا تو ان نفوس قدسیہ جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس لقب سے یاد کیا جاتا ہے منجانب اللہ چُن چُن کر انتخاب کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے نہ صرف ایمان کے کمال کو پہنچے بلکہ ہر وقت اور ہر زمانے کے لوگوں کیلئے ایمان کا معیار قرار پائے۔ ان حضرات کے مبارک احوال، اعمال، سیرت اور دین کی سرفرازی کیلئے جان، مال، وقت، وطن اور ہر قسم کی قربانیوں سے سلامت با کرامت گزرے اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا امتحان لیا اور کائنات کا سب سے بڑا تمغہ ''رضی اللہ عنہم'' سے سرفراز فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اُمت کیلئے آئینہ کی طرح ہے۔ جب بھی اُمت ہدایت اور دُنیا و آخرت کی کامیابی کے سفر پر چلنا چاہے گی وہ اپنے اعمال و احوال کو اسی آئینہ کے سامنے رکھ کر دُرست کرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین کا اوّل مآخذ اور مضبوط قلعہ بنایا ہے۔ قیامت تک جو بھی دین پر عمل کرنا چاہے گا اسے انہی نفوس قدسیہ کے دَر کی گدائی کرنی پڑے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال و واقعات کے بغیر نہ قرآن کریم کا فہم حاصل ہوسکتا

ہے اور نہ ذخیرہ احادیث کی تشریح ہاتھ آ سکتی ہے۔ دین کا مزاج اور فہم انہی حضرات کے اُسوہ سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی فضیلت اہمیت اور دین وہدایت کیلئے ان کے واقعات سے رہنمائی ہر دُور میں مسلم رہی ہے اور ہر دور کے اہل قلم نے اس مبارک موضوع پر ضخیم کتب تالیف فرمائی ہیں۔

موجودہ حالات جن میں مادیت ترقی پذیر ہے لیکن روحانیت کا قحط ہے۔ ایمانی ورُوحانی زندگی کیلئے اگر کوئی چیز "چار جنگ" کا کام کرسکتی ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگی اور مثالی واقعات ہی ہیں۔ دورِ حاضر کی اسی روحانی وایمانی ضرورت کے پیش نظر "جدید حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم" آپ کے سامنے ہے جس میں تقریباً ہر اہم موضوع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگی سے روشنی موجود ہے۔ اگر دُنیاوی ترقی کیلئے آگے بڑھنا ناگزیر ہے تو ایمانی ورُوحانی ترقی کیلئے ہمیں قرون اولیٰ ہی سے روشنی ملے گی جس کی برکت سے دُنیاوی ترقی بھی باعث سکون ہوگی۔ صرف دُنیاوی ترقی میں کمال حاصل کرنے والے اس روشنی کے بغیر انسانیت اور سکون حاصل کرنے میں ناکام ہیں اور ناکام ہی رہیں گے کہ ایمانی روشنی کے بغیر ہر قدم ہلاکت کی طرف ہی بڑھے گا۔ اُمت کو اس ہلاکت سے بچانے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ خیر القرون کی پُرسکون ایمانی زندگی کا عکس دکھایا جائے اور انسانیت کی چول جو اپنی جگہ سے ہٹ چکی ہے اسے اس کی صحیح جگہ فٹ کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کی برکت سے ہمیں اس مبارک کتاب سے ایمانی وروحانی روشنی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس روشنی کے بغیر کوئی اُجالا اُجالا نہیں بلکہ نظروں کا دھوکہ ہے۔

والسلام احباب اشرفی مجلس علم وتحقیق

زیر اہتمام: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

۲۳ رجمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

بمطابق 12 مارچ 2018ء

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ

پیر طریقت حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی نقشبندی مدظلہم
(نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)
کے گراں قدر ملفوظات سے انتخاب

فرمایا: کسی مبلغ کی تبلیغ یا مفسر کی تفسیر سن کر اپنے قلب میں جھانکیں اگر آپ کا اعتماد پہلے لوگوں پر بڑھا تو وہ آدمی ٹھیک ہے اگر کم ہوا ہے تو وہ جھوٹا ہے چاہے الفاظ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہل حق، اہل بیت علماء، فقراء کی صحبت میں رہتے ہوئے محبت بڑھتی ہے تو وہ صحبت آپ کے لئے اکسیر احمر ہے اس کو کبھی نہ چھوڑیں۔ بہت مفکر، سیاستدان، حوالہ دینے والے کہ صفحہ نمبر فلاں ہے، کتابوں کا ڈھیر لگا دیں گے عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ بھی کریں گے اگر ان کا علم صالحین کے علم سے بڑا نظر آئے، اس شخص کی قدر آپ کے دل میں بڑھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین اور پہلے لوگ برے نظر آئیں تو سمجھو اس میں خرابی ہے یہ دعوت الی اللہ کا کام نہیں کر رہا یہ جہنم کی طرف لے جانے والا ہے صحافی، دانشور، سکالر، محقق سب کی توجہ یہی ہے کہ سلف صالحین سے ہٹا کر اور ٹائی سوٹ پہن کر کہتے ہیں کہ ہم عالم ہیں، ان پر خاک ڈالنی چاہئے۔

فرمایا: فقہاء نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک جملہ خبریہ اور دوسرا جملہ انشائیہ۔ ’’اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا‘‘ جملہ خبریہ ہے کہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو رضا مل چکی ہے۔ غیر صحابی کے لئے بھی رضی اللہ عنہم کہہ سکتے ہیں لیکن جملہ انشائیہ

کے طور پر کہ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔'' سلف صالحین نے رضی اللہ عنہم کی اصطلاح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اور رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح صالحین کے لئے فرمائی ہے۔

فرمایا: وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى نے یہ سند دی ہے کہ جو جماعت فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئی ہے ان مراتب کو نہیں پہنچ سکتی جو سابقون اولون کے حصہ میں آئے ہیں لیکن ان کی اتباع کی برکت سے مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا (الحدید:۱۰) انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں اتباع کر کے اس سند کو پالیا وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى

سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کو جو مقامِ رضا، ابدی نعمتیں، معیارِ حق ٹھہرائے گئے ان کی اتباع پر پیچھے آنے والوں کی کامیابی منحصر ہے اور ان کے لئے بھی رضا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی رضا قطعی طور پر اعلان شدہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سند دے دی **اصحابی کلھم عدول. اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.** اور دوسروں کی ظنی و مشروط ہے ظن بایں معنی کہ ان کی اتباع مقبول بھی ہوئی کہ نہیں، ان کی اتباع مشروط بہ اتباع صحابہ ہے اس لئے ہم اس کو قطعی نہیں کہتے حسن ظن رکھتے ہیں۔ ان کی رضا کا اعلان جنت میں ہوگا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میرے بندو کچھ اور مانگو تو جنتی کہیں گے یا اللہ! آپ نے ہماری مراد سے بڑھ کر عطا فرمادیا بس ہمیں آپ کی رضا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو جنت کیسے دیتا میں تم سے راضی ہو چکا۔ یہ وہ اعلان ہے جو غیر صحابہ کو جنت میں بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد ملا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس دنیا میں وجود عنصری کے ساتھ بشری تقاضوں کے ساتھ احتمال خطا کا ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نص قطعی کے ساتھ اعلان کر دیا۔

فرمایا: بات کا وزن دو چیزوں قول اور قائل سے ہوا کرتا ہے ایک بات تو یہ کہ آدمی کسی کے قول کو دیکھ کر قائل کا اندازہ کرتا ہے کہ کس مقام کا ہے دوسرا قائل کو دیکھتا ہے کہ کہا کس نے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا فرمایا تو کافروں کو انہونی بات لگی۔ وہ

جس کی تکذیب پر تلے ہوئے تھے بات سن کر قبول کرنے کی بجائے اس کو دلیل بنادیا تکذیب قائل کا اور بہت خوش ہوئے۔ اگرچہ ابوجہل وسلاطین قریش نے بلاواسطہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی لیکن منکر ہوئے اور جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر کہا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں ایک رات میں بیت المقدس سے ہوکر آیا ہوں جہاں پہنچنے کے لئے چھ ماہ لگتے ہیں اس کے بارے کیا کہو گے۔ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچ کر فرمایا کہ بات مشکل ہے لیکن یہ بتاؤ کہا کس نے ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر قول پر نہیں قائل پر گئی چونکہ قائل پر اعتماد تھا اس اعتماد کو مدنظر رکھا فرمایا اگر انہوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے تو سچ ہے۔ ایک ہی بات تھی، جس کو سن کر ایک نے "ابوجہل" کا خطاب پایا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کرکے "صدیق" کا لقب پایا۔ قول کا اندازہ قائل کے ذریعے سے کیا جانا چاہئے۔

دین کے بارے میں نئی بات سامنے آئے تو دیکھو کس نے کہا ہے اگر کہنے والا معروف علماء (اہلسنّت والجماعت) میں سے ہے سمجھ میں نہ بھی آئے قبول کرلو اور نہ جھٹلاؤ، موقوف رکھو جب تک تحقیق نہ ہوجائے۔ اگر ایسا شخص بات کرے جس کا دین علماً وعملاً ٹھیک نہیں، ڈاڑھی منڈا ہے، ٹائی لگاتا ہے، فاسق ہے، اس کا عمل وشجرۂ نسب معلوم نہیں اس کی بات کو رد کردو۔ ہمیں تعلیم نبوی یہ ہے کہ ہم اپنی عقل سے زیادہ نقل پر اعتماد کریں۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (انفال:۴۵)

اس آیت کی تشریح میں ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے مشکل ترین مرحلے اور شدید غم وغصہ کی حالت میں انسان کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں آدمی کے منہ سے ہذیان نکلتا ہے یعنی جو جملے ادا ہوتے ہیں تو دماغ، دل اور زبان کا رابطہ منقطع ہوجاتا ہے۔ ثبات کہتے ہیں کہ شدائد میں قلب، زبان اور دماغ کا رابطہ نہ ٹوٹنے پائے۔ فرمایا کہ ثبات کے اس معنی کے لحاظ سے اشجع الامة وافصح الامة وافضل الامة حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ دلیل میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چھ مواقع ایسے تھے کہ جہاں پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثبات سب سے بڑھ کر ہے۔ ایک مغربی مستشرق (غیر مسلم اسلامیات کا ماہر) مجبور ہو کر یہ کہتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نیابت وخلافت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہی جان سکتی تھی کہ میرے تمام جانثاروں میں موزوں ترین شخص کون ہے۔

بھائیو! ہمیں یہ احساس نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا انعام فرمایا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے سرخیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو اس امت کے پہلے مجدد ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عالم، مجاہد، صوفی، محدث وشب بیدار تھے لیکن ان کی فضیلت غیر صحابی پر صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فیض پانے والے تابعین تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو مجتہد، مفکر، عالم وغیرہ نہیں کہلوایا بلکہ تابعی کہلوانے پر فخر کیا ہے۔ بھائیو! سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آپ میراث لینے کے لئے جس طرح آخری کڑی کے محتاج ہیں اسی طرح پہلی کڑی کے محتاج ہیں۔ جتنے بھی باطل فرقے ہیں ان کا اس لڑی کے ساتھ جوڑ نہیں ملتا اس لئے ان کا علم غیر مستند ہے۔ صرف وہی علم مستند ہے جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سینوں سے باواسطہ علماء کے آرہا ہے۔ شیطان کا زور بھی یہی ہے کہ امت کا اعتماد اس مستند لڑی سے کاٹ دیا جائے۔

فرمایا: فقیر اپنے اُستاد محترم سے ملنے ہزارہ گیا تو استاد صاحب نے ایک بزرگ کے بارے میں جن کا وہاں مزار تھا اور وہ اُمّی وصاحب کشف تھے انہوں نے کشف کے ذریعے عربی میں درود شریف کے صیغوں میں بخاری شریف کی طرز پر تیس پارے لکھے ہیں وہ فرماتے تھے کہ میرے سامنے لوح محفوظ کھول دی گئی۔ استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کا فیض جاری نہیں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مسئلہ میں اہلسنّت والجماعت کے عقائد سے اختلاف تھا کہ وہ غیر صحابی کو صحابی پر فضیلت دیتے تھے (حضرت شیخ عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فوقیت دیتے تھے)

فرمایا: جتنا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو رہا ہے اتنا قیامت کے قریب ہو رہا ہے قرب قیامت کی وجہ سے شر میں اضافہ اور خیر میں کمی ہو رہی ہے کیونکہ قیامت برے لوگوں پر آئے گی۔ جب تک اللہ کا ذکر ہے، ذاکرین ہیں اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر مومن میں اللہ نے وصف قطبیت رکھی ہے۔ اہل ایمان قطب کی مانند ہیں یعنی مومن کے ایمان پر دنیا کا مدار ہے اگرچہ مومن گنہگار ہی کیوں نہ ہو تو جب مومن میں قطب بننے کی صلاحیت ہے تو ہر مومن دنیا کے بادشاہوں سے بہتر بادشاہ ثابت ہو سکتا ہے تو پھر احساسِ کمتری کیوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت شریفہ سے اپنے آپ کو پہچان یا کہ ہم کون ہیں اور ساری دنیا کو سبق سکھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی اور تم آخری امت ہو۔ یعنی یہ دین (اسلام)، امت قیامت تک رہے گی، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم نہیں مٹیں گے اور ہمیں مٹانے والے مٹ جائیں گے۔ لوگو! ہماری محبت کی معراج یہ ہے کہ ہم اپنے سلف صالحین سے محبت کریں۔

فرمایا: یاد رکھو! آدمی کی عظمت غلطی کرنے میں نہ ہوتی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل جماعت نہ ہوتے کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم توبہ کے راستہ سے آئے ہیں۔ علماء نے بحث کی ہے کہ ایک شخص ابتداءً نیک ہے اس کی فضیلت ہے یا وہ جو پہلے گنہگار تھا پھر توبہ کی اور اللہ کے قریب ہوا یہ افضل ہے! فرمایا کہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حال کے مطابق ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔ انسان کی عظمت اس میں ہے کہ غلطی ہو جائے تو جب تنبیہ ہو فوراً ندامت اختیار کرے۔

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے تو قصور تھا

نوٹ: حضرت مدظلہم کے یہ جملہ ارشادات "مجالس ناصریہ" جلد اوّل سے ماخوذ ہیں۔

تقریظ

از حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
(اُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد! ہم اس نعمت پر اللہ جل شانہ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے کہ انہوں نے نعمتِ ایمان کے بعد ہمیں اہلسنّت والجماعت سے وابستہ فرمایا جو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم دونوں سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں، دونوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا عکس جمیل سمجھتے ہیں۔ وہ اہل حق اور اہلسنّت والجماعت ہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اہل بیت کو کشتی نوح کی مانند قرار دیا ہے۔ (مسند بزار)

وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آسمان کے ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ستارے آسمان کی امان ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیزیں آجائیں گی جن سے آسمان کو ڈرایا گیا ہے اور میں اپنے اصحاب کی امان ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب کے پاس وہ چیزیں آجائیں گی جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے اصحاب میری اُمت کی امان ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو اُمت کے پاس وہ چیزیں آجائیں گی جن سے اُسے ڈرایا گیا ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو، میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو، میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد تنقید کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے بے شک مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے بے شک اللہ کو اذیت دی (اللہ کو ناراض کیا) اور جس نے اللہ کو ناراض کیا عنقریب اللہ اس کو پکڑ لے گا۔ (سنن ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے تم ہدایت پا جاؤ گے۔'' (روح المعانی، جزو:۲۵، صفحہ:۵۰)

اس لیے دُنیا کی راہ گزر اور آخرت کے سفر کی راحت و آسانی کے لیے اہل بیت سے محبت کی کشتی اور معصیت کے اندھیروں میں رہنمائی کے لیے ستاروں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی کی ضرورت ہے۔ سورۂ توبہ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ''رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنه''

(اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے)

یہ آیت منکرین صحابہ کے اس عقیدہ کی جڑ کاٹ دیتی ہے کہ معاذ اللہ صحابہ نفاق کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ (۶) صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اگر خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے مرتد ہو جانا تھا تو اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہیں کبھی انہیں پروانۂ رضا عطا نہ فرماتے۔ اس کے بعد ان حضرات میں سے کسی کے بھی ایمان و اخلاص میں شبہ در حقیقت خدا تعالیٰ کی گواہی کو ٹھکرانے کے مترادف ہے۔ (العیاذ باللہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب خود ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمایا جس کا مدار علم یا عمل پر نہیں بلکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و منور روئے انور کی زیارت پر ہے، اگر علم کی وجہ سے شرفِ صحابیت حاصل ہوتا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ صحابی ہوتے اور اگر عمل کی وجہ سے یہ دولت ملتی تو جنید بغدادی رحمہ اللہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ صحابی ہوتے۔ حاصل یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء و اصفیاء ہیں، یہی حق ہے اور یہی اہلسنّت والجماعۃ کا عقیدہ و مذہب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں اور اُسوۂ حسنہ کا علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے ہوتا ہے۔ ''حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم'' سے حیات نبوی کا پتا چلتا ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوقِ عبادت، عمل بالقرآن، اخلاق عالیہ، حُسنِ معاشرت اور حُسنِ معاملات کو جاننا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کرے۔ اس آئینے میں اُسے محبوب کی پوری تصویر نظر آئے گی۔ اس لیے علماء اُمت نے ''حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم'' کے نام سے انتہائی قابل قدر علمی ذخیرہ جمع فرمایا ہے۔

ادارۂ تالیفات اشرفیہ کے مدیر حضرت حافظ محمد اسحٰق صاحب زید مجدہم نے اسی موضوع اور عنوان پر جدید اسلوب اور جامعیت کے ساتھ ایک اور قابل قدر اضافہ فرمایا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیوں کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے جن کے مطالعہ سے ایمان میں اضافہ اور عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ زیر مطالعہ رکھے جانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف، ناشر اور قارئین کے لیے اسے نافع اور ذخیرۂ آخرت بنائیں۔

والسلام

محتاجِ دُعا محمد ازہر

خادم الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ

تقریظ

از مولانا مفتی محمد عنایت الکریم صاحب مدظلہ
(اُستاذ الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار حسی و معنوی معجزات عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ دُنیا کی تاریخ میں انتہائی قلیل عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور فیض صحبت کی بدولت ایک ایسی پاکیزہ و برگزیدہ جماعت تیار ہوئی جو اس روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے مقدس ترین جماعت ہے جنہیں حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہا جاتا ہے۔ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اُمت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی، غوث، قطب، ابدال، اعلیٰ ترین فرد، کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبہ کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ یہ وہ منتخب جماعت ہے کہ جن کو براہِ راست حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، استفادہ اور کسب فیض کا موقع ملا۔ اسی لیے اکابر اہل اللہ کا فرمان یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی بنیاد بھی ان حضرات کی دین پر پختگی، تصلب ہے کہ جس چیز کو دین اور حق سمجھا اس پر اس طرح ڈٹ گئے کہ سالہا سال کے تعلقات کی پروا نہیں فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہ نے ان حضرات کے ایمان کو رہتی دُنیا تک تمام بنی نوع انسان کیلئے مثال اور معیار قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا. (سورۃ بقرہ:۱۳۷)

ترجمہ: ”اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو یہ راہِ راست پر آجائیں گے۔“ (آسان ترجمہ، جلد ۱، ص:۹۹)

اسی طرح قرآن کریم میں مؤمنوں سے جتنے خطابات اور مؤمنین کی خصوصیات اور ان کے اَخلاق و صفات اور ان کیلئے بشارتیں اور عظمتیں ذکر کی گئی ہیں ان سب کا اوّلین مصداق حضرات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ بعد میں وہ کسی اور کیلئے ثابت ہوں گی۔ بعد کی اُمت پر ان حضرات کا یہ بھی احسان ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو من و عن پہنچایا ہے۔ اس لیے ہر زمانہ میں حضرات علماء و محققین نے اِس مقدس جماعت کے حالات و واقعات پر بیش قیمت کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان حضرات کے ذکر خیر کے ہمیشہ دو پہلو رہے ہیں۔ ایک پہلو تو ان حضرات کے مخالفین اور طاعنین کی طرف سے پیدا کردہ وساوس کے جوابات اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا ہے۔ الحمدللہ! ہر دور میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس فرض کفایہ کو احسن طریقے سے جانثاروں نے ادا کیا ہے۔ **فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء**

ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکار و سیرت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان کے فضائل و مناقب، ایمان و توحید، زہد و ورع، حُسنِ اَخلاق، خوش معاملگی، جہاد و رفاہی کارنامے۔ علمی خدمات و سیاسی کارنامے ازدواجی زندگی و خانگی حُسنِ معاملات ذکر کیے جائیں تاکہ موجودہ نوجوان نسل ان حضرات کو اپنا آئیڈیل اور رہنما سمجھے۔

الحمدللہ! مخدوم و مکرم جناب قاری محمد اسحٰق صاحب مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خاص توفیق بخشی کہ اس دوسرے پہلو کے اعتبار سے انہوں نے اپنے ادارہ کے زیر اہتمام اشرفیہ مجلس علم و تحقیق سے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب کی ترتیب دلوائی ہے۔ بندہ نے اس کے عنوانات کی فہرست دیکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرما کر نجات اخروی کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کے ساتھ قیامت میں معیت وحشر کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین۔

بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ راقم الحروف محمد عنایت الکریم غفرلہ

خادم الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان

۳-۵-۱۴۳۹ھ

تاثرات

حضرت صوفی محمد راشد صاحب مدظلہ
ڈیرہ اسماعیل خان

انبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کی سب سے مقدس جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے جو براہِ راست شاگرد ہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ حق بنایا ہے۔ وہ اُمت کے رہبر ہیں اور اُن کی اتباع کو ہدایت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ آسمان کے نیچے کسی ذی روح نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی پاکیزہ جماعت نہیں دیکھی ہوگی جن کی محبت کو ایمان اور بغض کو نفاق کی علامت بتایا گیا ہے۔ کچھ کم فہم مشاجرات صحابہ پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں، اُنہیں یہ علم نہیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بشریت سے جو خلاف اولیٰ اُمور واقع ہوئے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ وہ نہ صرف معاف کردیئے گئے بلکہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر بھی ملے گا اور یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ سب سے بڑی نعمت اہل ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جو اہل جنت کو جنت کے داخلے کے بعد نصیب ہوگی۔ گویا وہ دولت جو دیگر افراد اُمت کو ہزاروں برس کے بعد ملے گی وہ نعمت اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زندگی ہی میں عطا فرمادی اور بذریعہ وحی مژدہ سنادیا گیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اس پاکیزہ جماعت کے حق ہونے اور کامیاب ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا سند اور ضمانت ہوسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، تو حضرت نے تأسف

سے فرمایا کہ آپ افضلیت کی بات کرتے ہیں ہم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا سنو! ہزاروں عمر بن عبدالعزیز جمع ہو جائیں وہ اُس خاک تک نہیں پہنچ سکتے جو دورانِ جہاد اُن کے گھوڑے کے دوڑنے سے اُڑی تھی۔ کسی کو عمر نوح مل جائے اور وہ تمام عبادت میں گزار دے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سجدے کے برابر نہیں ہو سکتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جو فضائل احادیث شریف میں وارد ہوئے ہیں بلاشبہ وہ حضرات اپنی دینی مساعی، مجاہدات اور اسلام کے لیے جانبازی کی بنا پر وہ اس کے صحیح حقدار بھی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی مقدس جماعت ہے جن کا تذکرہ کیے بغیر کوئی عامی یا اہل علم مستغنی نہیں ہو سکتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات، حالات و اوصاف کا تذکرہ جس اہتمام سے تبلیغی احباب کرتے ہیں اُس کی مثال کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتی۔ کوئی مسجد، کوئی مرکز ایسا نہیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات کی مستقل تعلیم نہ ہوتی ہو۔ اس مبارک محنت میں جڑنے والے لاکھوں تبلیغی احباب کے گھروں میں بھی جہاں تعلیم کا حلقہ قائم ہے۔ دوران تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے اُن گھروں میں بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب سے جامع اور مفصل کتاب تبلیغ کے عالمی امیر حضرت جی مولانا یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ نے مرتب فرمائی تھی جو عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ تین ضخیم جلدوں میں اس کا اُردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ہندو پاک کے بڑے بڑے مراکز میں تعلیم اسی ''حیات الصحابہ'' سے ہی کی جاتی ہے۔

مرکزی شوریٰ کے بزرگ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ جیسی وسیع المطالعہ شخصیت سے فرمایا تھا کہ حیات الصحابہ کا تم دس مرتبہ مطالعہ کرنا۔ اسی طرح انڈیا کے حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم رائے ونڈ اجتماع میں حیات الصحابہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔

اسی اہمیت کے پیش نظر ادارۂ تالیفات اشرفیہ نے ''حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم'' کی ایک جلد میں تلخیص بھی شائع کر دی ہے جو مقبول عوام و خواص ہے۔

جدید کاوش

علماء اُمت نے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر کتب لکھی ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ مبارک یعنی طرزِ زندگی پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ اسی کی مثل جہاں سیرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کتابیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں ایسے ہی اُسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی کتب کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے تحت ادارۂ تالیفات اشرفیہ نے اُسوۂ صحابہ کے پیش نظر ''حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم'' مرتب فرمائی ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی کے مختلف پہلو، اوصاف اور صفات کا اس انداز سے تذکرہ کیا گیا ہے جو نہ صرف ہزاروں صفحات کا نچوڑ ہے بلکہ اس میں قاری کیلئے عمل کے پہلو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اختیار کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اس مبارک کتاب کا نام ''جدید حیات الصحابہ'' رکھا ہے۔

حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ''حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم'' کے مطالعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت، محبت میں اضافہ اور عمل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے تو اس جدید اشاعت میں اُس مبارک زندگی کو اختیار کرنے کی رہنمائی ملتی ہے۔ یہ کتاب درس عمل بھی ہے اور دستور زندگی بھی۔

ضمناً اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی برسوں سے اس تبلیغی محنت میں عملی شرکت کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔ ماشاء اللہ تبلیغی احباب کے ہاں جہاں اور دینی مذاکرے ہوتے ہیں وہاں صحابہ کرام کے واقعات اور اُن کے احوال کا بھی خصوصی تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے مذکورہ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تمام مسلمانوں سے بالعموم اور تبلیغی محنت میں جڑنے والوں سے خصوصی درخواست ہے کہ جیسے ''حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم'' کی اہتمام سے تعلیم کرتے ہیں ویسے ہی اہتمام سے ''حیات الصحابہ جدید'' کا مطالعہ رکھیں۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک عادات و اوصاف اپنانے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع نجات کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان جیسا ایمان لانے کی ترغیب دی ہے۔

فہرست عنوانات

مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ..... نجوم ہدایت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں

فَبِأَيِّهِمْ

پس ان میں سے

اِقْتَدَيْتُمْ

جس کی اقتدا کرو گے

اِهْتَدَيْتُمْ

ہدایت پاؤ گے

مشکوۃ المصابیح بحوالہ رزین

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ

فَبِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

مشکوۃ المصابیح بحوالہ رزین

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں پس ان میں سے
جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے

مُقَدِّمَۃُ الْکِتَابِ

حکیم الاسلام

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

کا ایک اہم وعظ ...... "نجوم ہدایت"

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت... فضیلت

اور مقام و مرتبہ سے متعلق دیگر اہم مضامین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم..... نجوم ہدایت

مقام صحابیت

آفتابِ نبوت کی تاثیر وتربیت اور تعلیم وتمرین سے اُمت کے استفادہ اور منور ہونے کے متفاوت درجات ومراتب کھل جاتے ہیں جن کا معیار آفتاب سے قُرب اور بُعد ہے یعنی جو اس سے قریب تر ہے وہ اتنا ہی نورانی تر اور متاثر تر ہے اور جتنا آفتاب سے دور ہے اتنا ہی اس کے فیض سے کم مستفید ہے۔

مثلاً طلوعِ آفتاب کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اور سب سے پہلے آفتاب کے آثار سے متاثر ہوتی ہے وہ فضا ہے۔ وہ چونکہ خلقۃً اپنی ذات سے شفاف ہے اور ادھر آفتاب کے سامنے بلاواسطہ حاضر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کے نور وحرارت کا اثر لیتی ہے۔ وہ اس درجہ منور ہوتی ہے کہ باوجود اس کے چمک اُٹھنے کے خود اس کی چمک آنکھوں کو نظر نہیں آتی بلکہ آفتاب ہی کی دھوپ اور

شعاعیں نظر پڑتی ہیں۔ اگر فضا میں نگاہ اُٹھائی جائے تو فضا کا جو حصہ بھی سامنے آئے گا اس میں آفتاب ہی دکھائی دے گا۔ خود فضا کی ہستی نظر نہ پڑے گی۔ گویا وہ اس کے نور میں اس درجہ مستغرق اور فنا ہو جاتی ہے کہ اس کا اپنا تصور کسی کی آنکھ میں نہیں آتا بلکہ آفتاب اس میں سے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا بلاواسطہ دکھائی دے رہا ہے۔ حالانکہ فضا اپنی بے حد وسعت کے ساتھ بیچ میں حائل ہے۔

ٹھیک یہی صورت روحانی آفتاب سے استفادہ کی بھی ہے کہ اس کے عالمگیر آثار سے متاثر تو سب ہوتے ہیں مگر سب سے زیادہ متاثر وہ طبقہ ہوتا ہے جو بلاواسطہ اس سے قریب ہو کر نور لیتا ہے اور وہ طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے جو فضا کی مانند ہے کہ زمین سے بالاتر ہے اور فلک شمس یعنی آسمان نبوت سے فروتر ہے۔ وہ فضا کی طرح خلقی طور پر خود شفاف ہے جو محض اس کے نور ہی کو دکھا دینے کی نہیں بلکہ عین آفتاب کو دکھلانے کی کامل استعداد رکھتا ہے۔

جیسا کہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے نبیوں کے صحابہ میں میرے صحابہ منتخب کر لئے گئے۔ یا جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے دل شفاف تھے، ان کا علم گہرا تھا، ان میں تکلفات نہ تھے، انہیں اقامت دین کیلئے پوری اُمت میں سے چن لیا تھا۔ ان کا نقش قدم واجب الاتباع ہے وغیرہ۔ جس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمالِ قابلیت کھلتی ہے جو انہیں انوار نبوت کو جذب کرنے کیلئے عطا ہوئی تھی۔ پس وہ فطری شفافی اور کمالِ قرب کے لحاظ سے بمنزلہ فضا کے ہوئے جو شفاف ہے اور ساری دنیا کی نسبت سے آفتاب سے قریب تر بھی ہے کہ بلاواسطہ نورِ آفتاب جذب کرتی ہے۔

پس انہوں نے ان شفاف سینوں سے اس درجہ آفتاب نبوت کا نور و اثر قبول کیا کہ فضا کی طرح سرتاپا نور بن گئے اور جیسا کہ فضا آفتاب سے متصل اور ملحق ہو کر اس

درجہ منور ہو جاتی ہے کہ وہ خود نظر نہیں آتی۔ یعنی وہ خود اپنے کو نہیں دکھلاتی بلکہ صرف آفتاب اور اس کی شعاعوں اور چمک دمک ہی کو نمایاں کرتی ہے۔ ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی فطری قابلیتوں کی بنا پر اس درجہ پاک قلوب، عمیق العلم، قلیل التکلف اور بے غل و غش بنا دیئے گئے تھے۔ گویا ان میں خود ان کی کوئی ذاتی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ صرف سنن نور کے مجسم نمونے بن گئے تھے۔

سنن صحابہ رضی اللہ عنہم

اس لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدہ و عمل کو اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ ختم کر کے انہیں معیارِ حق فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ سنن نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور سنن صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ہی ہیں جس سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دینی خصوصیات، خصوصیات نبوی تھیں۔

چنانچہ اُمت کے بہتر فرقوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا ان بہتّر میں وہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ تو فرمایا: مَآ اَنَا علیه و اصحابی ''جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔'' (السنن للترمذی ج۹، ص۲۳۵)

گویا اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ ان کے عقیدہ و عمل کو اس طرح ملا کر بتلایا کہ ان کے عقیدہ و عمل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ و عمل کی نوعیت ایک ثابت ہو گئی اور فرقوں کے حق و باطل ہونے کا معیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات بابرکات اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ٹھہرایا۔

سب و شتم کا انجام

پھر جیسے فضا تک کوئی گندگی نہیں پہنچتی اور پہنچائی بھی جائے تو وہ لوٹ کر پہنچانے والے ہی پر گرتی ہے۔ فضا اس سے گندی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی حضرات صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم کا طبقہ جو روحانی فضا کی مانند ہے۔ اُمت کی تنقیدوں سے بالاتر ہے۔ اگر ان کی شان میں کوئی طبقہ سب وشتم یا گستاخی یا سوءِ ادب یا جسارت و بے باکی یا ان پر اپنی تنقیدی تحقیر کی گندگی اُچھالے گا تو اس کی یہ ناپاکی اُسی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس فضاء شفاف پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ بہرحال حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فضاء قریب کی مانند ہیں کہ انہیں شفافی میں بھی آفتاب سے مناسبت ہے وہ آفتابِ نبوت سے نزدیک تر بھی ہیں۔ بلاواسطہ اس سے ملحق بھی ہیں۔ وہ زمین کی کدورتوں سے بالاتر بھی ہیں اور وہ آفتاب کے نور میں فانی بھی ہیں کہ اس نور کی نمائش گاہ بن کر رہ گئے ہیں جن میں اپنی خصوصیت بجز انفعال اور قبولِ حق کے دوسری نہیں رہ گئی تھی۔

جامع اضداد زندگی

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس اعلیٰ ترین زندگی کا نور تیز بھی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب تر اور اشبہ تر بھی ہے کہ اس نے نبوت کی زندگی سے متصل رہ کر اس کی شعاعوں کا نور قبول کیا ہے اس لئے زندگی نہ صرف عزیمتوں کی زندگی اور اولوالعزمانہ زندگی ہے کہ جائزات کی آڑ لئے بغیر عمل کے اعلیٰ ترین حصہ ہی کو اپنا لیا جائے اور نفس کی راحت طلبیوں کو خیرباد کہہ کر عملی مجاہدہ و ریاضت ہی کو زندگی بنالیا جائے بلکہ یہ زندگی جامع اضداد بھی ہے جو کمالِ اعتدال لئے ہوئے ہے کہ ایک طرف نفس کشی بھی انتہائی اور ساتھ ہی ادب شریعت اور اتباع سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انتہائی اور ایک طرف طبعی جذبات بھی قائم اور دوسری طرف عقلی وداعی اور ملکیّت بھی غالب اس کمال اعتدالِ و جامعیت کے ساتھ یہ زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا اُمت کے کسی طبقہ کو طبقاتی حیثیت سے نصیب نہیں۔ آحاد و افراد اس زندگی کے حامل نظر پڑیں گے۔ جس میں شرف صحابیت کے سوا سب کچھ ہوگا، لیکن طبقہ کا طبقہ ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہو اور ہمہ وقت اخلاص ومعرفت کی حد کمال کو طے کئے ہوئے ہو۔

طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا دوسرا نہیں۔ جنہوں نے گھر بار چھوڑ کر اور نفس کی خواہشات سے منہ موڑ کر صرف اور صرف رضائے حق کو اپنی زندگی بنایا۔ مرغوبات کو شرعی مطلوبات پر قربان کر دیا۔ موطن طبیعت سے ہجرت کر کے موطنِ شریعت میں آ کر بس گئے اور شرعی مرادوں کی خاطر نفس کی حیلہ جوئیوں اور راحت طلبیوں سے کنارہ کش ہو کر عزم صادق کے ساتھ ہمہ تن مرضیات الٰہی اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مستغرق ہو گئے اور اسی کو اپنی زندگی بنا لیا۔

اس جامع اور جامع اضداد زندگی کا سب سے زیادہ نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ وہ کلیۃً تارک دنیا بھی تھے اور رہبانیت سے الگ بھی۔ دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال، دھن و دولت، حکومت و سیاست، گھر بار، زمین، جائیداد کے ہجوم میں بھی تھے اور پھر ادائے حقوق میں بے لاگ بھی۔ یہ زن، زر، زمین ان کے تصرف میں بھی تھی اور پھر قلباً ان سب چیزوں سے بے تعلق اور کنارہ کش بھی، درویش کامل بھی ہیں قبا شاہی بھی زیب تن ہے۔ حکمران بھی ہیں اور دلق گدائی بھی کندھوں پر ہے۔ ممالک بھی فتح کر رہے ہیں اور فقیری کی خو بھی بدستور قائم ہے۔

یوں بہم کس نے کئے ساغر سندال دونوں

کامل انسانیت کا طبقہ

انبیاء علیہم السلام کی یہی زندگی ہے کہ بشر بھی ہیں اور ملک بھی۔ نہ طبائع کو ترک کرتے ہیں نہ عقل و فراست کے تقاضوں سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہوتے ہیں۔ خالص طبعی جذبات کی پیروی حیوان کا کام ہے اور طبعیات سے کلیۃً باہر رہ کر محض عقل کلی کی پیروی فرشتوں کا کام ہے، لیکن طبعیات کو بحالہ قائم رکھ کر انہیں عقلی شعور کے ساتھ عقل کی ماتحتی میں انجام دینا اور حدود سے تجاوز نہ کرنا یہ انسان کا کام ہے۔ مگر انسان کامل فرما کر اس کے تقدس و برگزیدگی کو نمایاں کیا گیا۔

اس لئے جس طبقہ کے افعال قویٰ، عقائد، احوال، اقوال سب میں یہ کامل اعتدال رچا ہوا ہو۔ وہی طبقہ کامل انسانیت کا طبقہ کہلائے گا۔ سو طبقاتی حیثیت سے یہ کمال بالذات تو انبیاء علیہم السلام میں ہوتا ہے اور بالعرض بحیثیت طبقہ ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کے بعد طبقاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف انفرادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور وہ بھی اس مقام کی نہیں جس پر یہ طبقہ فائز ہوتا ہے۔

ظل نبوت

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درحقیقت نبوت کا ظل کامل تھے جن کے طبقہ سے نبوت اور کمالاتِ نبوت پہچانے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی طبقہ کے طبقہ کو بحیثیت طبقہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مرضی و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے جس کی شہادت قرآن اور حدیث نے دی اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ "اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی" کی دستاویز رضا ان کے لئے آسمانی کتاب میں تاقیام قیامت ثبت کر دی گئی۔ کہیں اُولٰئِکَ "یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت واجر عظیم ہے" کے ذریعے ان کے قلوب کی پاکیزگی کی شہادت دی گئی اور کہیں اُولٰئِکَ ھُمۡ "فرما کر ان کے اخلاق کی برتری ثابت کی گئی اور کہیں "اَصۡحَابِیۡ کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" "فرما کر ان میں سے ہر ہر فرد کو پوری اُمت کا مقتدیٰ بتلایا گیا جس کی پیروی اور پیروی سے حصول ہدایت میں کوئی ادنیٰ کھٹکا نہ ہو۔

مکمل میزان اور متوازن ترازو

کچھ عرصہ ہوا بعض منتسبین دارالعلوم کا ایک خط دربارہ طلب سرٹیفکیٹ احقر کے نام دفتر دارالعلوم میں موصول ہوا۔ جس میں ضمناً مودودی مکتب فکر اور خود اپنے مودودی ہونے کی نوعیت کے بارے میں اظہارِ خیال کیا گیا تھا۔ یہ اصلاح طلب

نوعیت دیکھ کر حضرت شیخ مولانا مدنی نے بنظر اصلاح انہیں ایک شفقت نامہ تحریر فرمایا جس میں مودودی مکتب خیال کی بعض بنیادی دفعات پر کلام فرماتے ہوئے ان کے اصلاحِ خیال کی توجہ فرمائی ہے۔ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نامہ سلسلہ عقائد و افکار کیلئے ایک مکمل میزان اور متوازن ترازو کی حیثیت رکھتا ہے جس میں موجودہ زمانے کے حدود سے گذرے ہوئے افکار و خیالات کو عموماً اور مودودی نقطۂ نظر کے مزعومات و معتقدات کو خصوصاً تول کر ان کے حق و باطل کا فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت ممدوح رحمہ اللہ کے اس والا نامہ کا موضوع مودودی لٹریچر کا کوئی فروعی یا جزوی مسئلہ نہیں ہے جسے مودودی صاحب کی شخصی رائے یا ان کے اجتہاد و قیاس کا ثمرہ کہہ کر جماعت کے سر سے بوجھ ہلکا کر لیا جائے۔

جیسا کہ اس قسم کے مواقع پر عموماً ایسا ہی کیا جاتا ہے بلکہ ایک اصولی مسئلہ ہے اور وہ بھی دستور جماعت کا بنیادی اصول موضوعہ جو جماعت اور امیر سب کیلئے یکساں حجت اور معیارِ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس اگر پوری جماعت اس دستور کو جو بنام دستورِ اسلامی شائع شدہ ہے، تسلیم کرتی ہے (اور ضرور تسلیم کرتی ہے جب کہ جماعت کا وجود اور اس کی تشکیل ہی اس دستور سے ہوئی ہے) تو بلاشبہ دستور کی یہ دفعہ

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ''ذہنی غلامی'' میں مبتلا نہ ہو۔

ساری جماعت کا ایک مسلمہ عقیدہ اور بنیادی اصول ثابت ہوئی۔ اس لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی میں اس بنیادی عقیدہ کا تجزیہ کر کے اس پر جو شرعی گرفتیں کی گئی ہیں وہ یقیناً پوری جماعت کے ایک ایک فرد پر حجت ہیں اور اس لئے بحیثیت مجموعی جماعت کو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر ان پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عقائد کا معاملہ دنیوی نہیں اخروی ہے جو زیادہ توجہ کا محتاج ہے۔

دفعہ مذکورہ پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کتاب وسنت سے جو روشنی ڈالی ہے۔اس کے سامنے آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس دفعہ کے آنے سے پہلے تنقیح کر دوں تا کہ ان حقائق کا جو اس مکتوبِ گرامی کا موضوع ہے سمجھنا آسان ہو جائے۔ اس دفعہ میں مودودی صاحب نے غیر رسول کو معیارِ حق بنانے اور تنقید سے بالاتر سمجھنے سے روکا ہے۔ مگر یہ ممانعت جب ہی درست ہوسکتی ہے کہ شرعاً کوئی غیر رسول معیارِ حق وباطل نہ بن سکے اور تنقید سے بالاتر نہ ہو۔ اگر شرعی طور پر کوئی معیار ہو اور بن سکتا ہو تو اسے معیارِ حق مان لینا اور تنقید سے بالاتر سمجھنا کوئی جرم نہیں ہوسکتا۔

کوئی تنقید سے بالاتر نہیں ہوسکتا .... پھر بھی اگر کسی نے از خود کسی کو معیارِ حق بنالیا اور تنقید سے بالاتر سمجھا تو وہ شرعی مجرم اور ایک شرعی گناہ کا مرتکب ہوگا۔

اس لئے ہمارا کلام مودودی صاحب کے اس نظریہ پر ہوگا کہ غیر رسول معیارِ حق نہیں بن سکتا اور تنقید سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔ اگر اس دفعہ نمبر ۶ کو اس کے ہمہ گیر عموم کے ساتھ اس کے عام الفاظ میں تھوڑی دیر کیلئے تسلیم کرلیا جائے کہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں کوئی بھی تنقید سے بالاتر نہیں اور کوئی بھی اس کا مستحق نہیں کہ اس کی ذہنی غلامی کی جائے۔

تو سوال یہ ہے کہ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کسی کو معیارِ حق بنادیں یا اس کے معیارِ حق ہونے کی شہادت دیں یا معیارِ حق ہونے کا ضابطہ بتادیں کہ اس کی رو سے معیارِ حق ہونے کی تعیین کرلی جائے تو کیا وہ پھر بھی معیارِ حق نہ بن سکے گا؟ اگر بن سکے گا تو یہ اصول غلط نکلا کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں ہوسکتا۔ اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے باوجود بھی ان کے سوا کوئی معیار حق نہ ہوا تو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ حق ہونا معاذ اللہ باطل ٹھہر جاتا ہے جب کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول خلاف حق ہوگیا۔ العیاذ باللہ۔ دونوں

صورتوں میں دستور جماعت کی دفعہ نمبر۶ باطل ہو جاتی ہے۔ایک صورت میں اس کا منفی پہلو باطل ٹھہرتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں۔ اور دوسری صورت میں اس کا مثبت پہلو باطل ہو جاتا ہے کہ صرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی معیار حق ہیں۔اس ضابطہ سے نکلنے کی آسان صورت اس کے سوا دوسری نہیں کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو بھی ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق معیارِ حق اور نا قابل تنقید تسلیم کر لیں۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ معیارِ حق ہیں اور غیر رسول با ارشادِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا معیارِ حق ہونا منصوص ہے

سوال رہ جاتا ہے تو صرف یہ کہ آیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو معیارِ حق بنایا بھی ہے یا نہیں؟ اور آیا کسی کو تنقید سے بالاتر اور مستحق ذہنی غلامی فرمایا بھی ہے یا نہیں؟

سو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا نام لے کر معیارِ حق و باطل قرار دیا، ان پر جرح وتنقید سے روکا اور ذہنوں کو ان کی غلامی کیلئے مستعد فرمایا وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت ہے۔ان کے معیارِ حق بتلانے ہی کیلئے آپ نے نہایت صاف وصریح اور غیر مبہم ہدایت جاری فرمائی۔یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا معیارِ حق ہونا قیاسی یا استنباطی نہیں بلکہ منصوص ہے جس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک مستقل حدیث ارشاد فرمائی۔

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قِيْلَ مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي. (السنن للترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت تہتر (۷۳) ملتوں پر تقسیم ہو جائے گی سوائے ایک کے سب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ پوچھا گیا کہ وہ مستثنیٰ کون ہیں یا رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہیں۔

فرق اسلامیہ کے حق و باطل ہونے کا معیار

اب اس حدیث میں فرق اسلامیہ کی نجات و ہلاکت اور بالفاظِ دیگر ان کے حق و باطل ہونے کا معیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ وہ میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ لیکن اس طریقہ کو شخصیتوں سے الگ کر کے تنہا کو معیار نہیں بتلایا۔ بلکہ اپنی ذات بابرکات اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ذات قدسیہ کی طرف منسوب کر کے معیار بتلایا کہ "ان شخصیتوں کے ضمن میں پایا جائے ورنہ بیان معیار میں اس نسبت اور نامزدگی کی ضرورت نہ تھی بلکہ مَنْ هُمَ کے جواب میں مَآ اَنَا عَلَيْهِ کی سیدھی تعبیر یہ تھی کہ مَاجِئْتُ بِهٖ فرمادیا جاتا۔

یعنی معیارِ حق وہی ہے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ یعنی شریعت، لیکن اس شریعت کو شخصیتوں سے الگ کر کے ذکر کرنے کی بجائے شخصیتوں کے انتساب سے ذکر فرمانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ محض کاغذ کے کالے نقوش معیار نہیں بلکہ وہ ذوات معیارِ حق ہیں جن میں یہ نقوش و حروف اعمال و احوال بن کر رچ گئے ہیں اور اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ اب کوئی بھی ان کی ذوات کو دین سے الگ کر کے اور دین کو ان کی ذوات سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھ سکتا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ محض لٹریچر معیارِ حق نہیں بلکہ وہ ذوات معیارِ حق ہیں۔ جو اس لٹریچر کے حقیقی ظرف بن چکے ہیں۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ o (سورة العنكبوت)

''بلکہ یہ تو قرآن کی آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔''

پھر اس طریقہ کو شخصیت کی طرف منسوب کرنے کے سلسلہ میں بظاہر مَا کے بعد اَنَا کافی تھا اور یہ فرما دینا بس کرتا تھا کہ نجات و ہلاکت کے پہچاننے کا طریقہ میری ذات ہے تا کہ معیارِ حق صرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوتی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی شامل فرمایا جس سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرقوں اور مختلف مکاتبِ خیال کے حق و باطل کے پرکھنے کا معیار جیسے رسول کی ذات ہے ویسے ہی صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوات بھی ہیں اور اس لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کسی فرقہ اور کسی مکتب خیال کے افراد کو پرکھنے کیلئے یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ کے مطابق چل رہے ہیں۔ یا مخالف سمت میں ہیں۔ ان کی اطاعت کر رہے ہیں یا ان سے گریز پر ہیں ان کے ساتھ حسنِ ظن کا برتاؤ کر رہے ہیں یا سوءِ ظن اور بے اعتمادی کا بلکہ یہی شان کسی کے معیار ہونے کی ہوتی ہے۔ جس سے صاف طور پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ رسول کا معیارِ حق ہونا واضح ہو جاتا ہے اور یہ حدیث اس بارے میں نص صریح ثابت ہوتی ہے جس کا مقصد ہی یہ مدعا ثابت کرنا ہے۔

اطاعت صحابہ رضی اللہ عنہم اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اس کی وجہ یہ ہے جو خود اس حدیث ہی سے نمایاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے طریق کو بعینہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق بتایا ہے۔ جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ان کی راہ چلنا میری راہ چلنا ہے اور ان کی پیروی میری پیروی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اس سے ایک کی اطاعت کو بعینہ دوسرے کی اطاعت بتلانا مقصود ہے جس کے صاف معنی یہی ہوتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق الگ الگ نہیں۔ جو اللہ کا راستہ ہے وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ پس اللہ کی اطاعت معلوم کرنے کا معیار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دیکھ لی جائے۔ اگر وہ ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی ہے ورنہ نہیں۔

وہی صورت یہاں بھی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی واطاعت کو بعینہ اپنی پیروی واطاعت قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دیکھنی ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت دیکھ لی جائے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت کی جارہی ہے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قائم ہے ورنہ نہیں۔ اس کا حاصل وہی نکلتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ رسول کے طریقے الگ الگ نہیں بلکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے وہی بعینہ صحابۂ رسول کا طریقہ ہے۔

اس لئے جیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرقوں کے حق وباطل کا معیار ہیں۔ ایسے ہی صحابہ رسول اللہ بھی معیارِ حق وباطل ہیں۔ جن کو سامنے رکھ کر سب کے حق وباطل کو باآسانی پرکھا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی صرف منقبت اور فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ نیز ان کی معیاری اور مقبولیت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اُمت کے حق وباطل کیلئے ان کی معیاری شان بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ وہ خود ہی حق پر نہیں ہیں بلکہ حق وباطل کیلئے اُمت کی کسوٹی بھی بن چکے ہیں۔ جن سے دوسروں کا حق وباطل بھی کھل جاتا ہے۔ پھر یہ بھی کہ ان میں یہ معیار ہونے کی شان محض

ان کی غیر معمولی فضیلت سے بطور رائے وقیاس نہیں مان لی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے دوش بدوش ان کے معیارِ حق و باطل ہونے کی شہادت دی ہے۔اس لئے اس کا معیارِ حق و باطل ہونا قیاسی نہیں بلکہ منصوص ثابت ہوا۔

معیار.....قابل تنقید نہیں ہوتا

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ رسول رضی اللہ عنہم پوری اُمت کے حق و باطل کے پرکھنے کا معیار ثابت ہوں تو کیا اُمت کو یہ حق پہنچے گا کہ وہ ان پر تنقید کرے اور گرفتیں کر کر کے ان کی خطائیں پکڑنے لگے؟ یا یہ حق خود ان کا ہوگا کہ اُمت کے خطاء وصواب کا فیصلہ کریں؟ کون نہیں جانتا کہ تنقید کا حق معیار کو ہوتا ہے۔ جو پرکھنے والا ہے، نہ کہ محتاج معیار کو جو پرکھوانے والا ہے۔

آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو اپنے خطاء وصواب کو کسی معیار پر جانچنے اور اپنا فیصلہ کرانے چلے ہوں اور وہ چلتے چلتے راستہ میں خود ہی معیار بن جائیں اور اپنے اوپر حکم لگوانے کی بجائے معیار پر حکم لگانے کھڑے ہو جائیں؟

اس سے واضح ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معارِ حق و باطل کی وجہ سے تنقید سے بالاتر ہیں۔ ایسے ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی حکم میں ساتھ ملا کر معیارِ حق و باطل قرار دیا ہے، تنقید سے بالاتر ہیں۔ ورنہ کسی کو معیارِ حق مان کر اس پر نکتہ چینی کرنا یعنی خلافِ حق ہونے کا اس کی طرف ابہام کرنا یا اپنے خلافِ حق ہونے کا طعنہ دینا اسے معیار مان کر بھی معیار نہ ماننا ہے جو صریح اجتماع ضدین ہے اس لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اگر اُمت کے فرقوں کے حق و باطل کے فیصلے کا معیار ہیں اور حسب بالا ضرور ہیں۔

تو وہ یقیناً ان فرقوں کی تنقید سے بالاتر بھی ضرور ہیں۔ ورنہ ان میں معیار ہونے کی شان قائم نہ رہے گی۔ جس کا قائم رہنا بنص حدیث ضروری ہے۔

حق دستیاب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوگا

صحابہ رضی اللہ عنہم کا معیارِ حق اور بالاتر از تنقید ثابت ہو جانے کے بعد یہ نکتہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق و باطل کی کسوٹی ہونے کے یہ معنی ہو ہی نہیں سکتے کہ جیسے کسوٹی کا پتھر سونے کے کھرے اور کھوٹے ہونے کو تو نمایاں کرتا ہے مگر وہ نہ کھرا ہوتا ہے نہ کھوٹا۔ ایسے ہی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بایں معنیٰ معیار حق ہوں کہ دوسروں کا حق و باطل تو ان سے کھل جائے مگر وہ خود معاذ اللہ نہ حق ہوں نہ باطل۔ کیونکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ملا کر اُمت کیلئے معیارِ حق بتلایا ہے اور ظاہر ہے کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معیارِ حق ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ حق وصداقت کا مجسم نمونہ اور سرتاپا صدق و امانت ہیں۔

جن میں باطل کی آمیزش کا شائبہ بھی ممکن نہیں۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے معیارِ حق ہونے کے معنیٰ بھی یہی ہوں گے کہ وہ بھی خالص حق کے پیکر ہوں اور حق وصداقت کا مجسم نمونہ ہوں جس میں باطل کا گذر نہ ہو۔

اس صورت میں ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کی شان یہ نکلتی ہے کہ ان کو سامنے رکھ لینے پر حق و باطل میں امتیازِ کامل بھی پیدا ہو جائے اور حق دستیاب بھی ہو جائے۔

کیونکہ جب وہ کامل نمونہ حق ٹھہرے اور وہی اس اُمت کے اولین نمونہ حق بھی ہوئے تو حق پہچانا بھی انہی سے جائے گا اور دستیاب بھی انہی سے ہوگا۔ بشرطیکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اندریں صورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے اور اُمت کے مختلف الخیال فرقوں کی کسوٹی ہونے کے یہ معنی نکل آئے کہ جو فرقہ ان کی اطاعت کا التزام کرے گا وہی حق پر ہوگا اور اس کسوٹی پر پورا اُترے گا اور جو ان سے منحرف ہو کر خلاف راہ چلے گا وہی باطل پر ہوگا۔

اور ظاہر ہے التزام اطاعت کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان پر جرح وتنقید کرنے کی بجائے ان کی تصویب کی جائے۔ ان کی خطائیں پکڑنے اور ان پر گرفتیں کرنے کی بجائے ان کی توصیف کی جائے۔ ان سے بدظنی کی بجائے حسنِ ظن رکھا جائے اور ان پر امور قبیحہ مثل جھوٹ وغیرہ کی تہمتیں دھرنے کی بجائے انہیں صادق وامین سمجھا جائے۔ اگر ان کے بعد اُمت کے طبقات کو پیروی کا یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو اور اس انداز سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونوں کو سامنے نہ رکھیں تو یقیناً نہ انہیں حق حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ان کے دلوں میں حق وباطل میں امتیاز ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا دین سلامت نہیں رہ سکتا

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کے مومنین اوّلین اور اُمت کے حق میں دین کے مبلغین اوّلین ہیں۔ دین کا کوئی حصہ کسی سے پہنچا ہے اور کوئی کسی سے۔ قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا کسی سے ملا ہے اور کوئی کسی سے۔ جن کو جامعینِ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جمع فرمایا ہے تو کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی پیروی سے انحراف یا کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر جرح اور نکتہ چینی درحقیقت دین کے اس ٹکڑے سے انحراف ہوگا جو اس سے روایت ہو کر اُمت تک پہنچا ہے اگر راوی مجروح اور ناقابل پیروی ہے تو اس کا روایت کردہ حصہ دین بھی مجروح اور ناقابلِ اعتبار رہے۔ اگر معاذ اللہ یہ نکتہ چینی اور جرح اور عدم پیروی ان حضرات کے حق میں یونہی جائز رکھی جائے اور وہ سب میں دائر وسائر اور جاری رہے۔ جس کا ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھو اور نہ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو تو دین کا کوئی ایک حصہ بھی غیر مجروح اور معتبر باقی نہیں رہ سکتا اور اُمت کا کوئی ایک فرد بھی دین دار یا مدعی دین نہیں بن سکتا۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کو جائز سمجھنے والے بلکہ اسے اپنے دین کا موضوع بنانے

والے پہلے اپنے دین کی خبر لیں کہ وہ باقی رہا کہ وہ ختم ہوگیا۔ بہر حال التزام طاعت اور ''ذہنی غلامی'' کا ادنیٰ ترین مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلبی حسنِ ظن اور ان پر جرح وتنقید سے روک تھام ہے۔ انہیں خطا کار سمجھ کر اطاعت شعار بننا ممکن نہیں کیونکہ خطا کو خطا سمجھ کر اس کی اطاعت نہیں کی جاتی۔

فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت

اس لئے اُمت میں صرف وہی ایک فرقہ اس حدیث کی رو سے حق پر ہوسکتا ہے جو ہر نہج سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توثیق وتصدیق اور تصویب وتنزیہ کے جذبات اپنے اندر لئے ہوئے ہو اور کوئی شبہ نہیں کہ وہ مطیع طبقہ یا ''ذہنی غلامی'' کا پیکر طبقہ صرف اہل سنت والجماعت کا ہے جن کا مذہب ہی یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب بلا استثناء مطلقاً عدول اور پاکباز ہیں۔ ان کے ہر فعل کا منشا پاک، نیتیں راست اور ارادے سچے تھے۔ وہ جھگڑتے بھی تھے تو ان کے جھگڑے میں شر نہ ہوتا تھا۔ ان کا اختلاف بھی ہماری آشتی سے خوش آئند تر تھا۔ ان سب و نفوس امارہ نہیں بلکہ مطئمنہ تھے ان کے قلوب تقویٰ اور تقدس کا محور تھے۔ جن کا امتحان اللہ تعالیٰ نے کر لیا تھا ان کا آدھ پاؤ صدقہ بھی ہمارے پہاڑ جیسے صدقہ سے افضل تھا۔ وہ تصنع اور بناوٹ سے بری تھے۔ ان کا علم گہرا اور نکھرا ہوا تھا۔ ان کے مقاماتِ توحید واخلاص سے پوری اُمت کے توحید واخلاص کو کوئی نسبت نہیں۔ اور بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک کے اوپر کا غبار عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ہزار درجے افضل تھا۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تابعی۔ (روح المعانی وغیرہ، وغیرہ)

ذہنی غلامی کے بغیر چارۂ کار نہیں

ظاہر ہے ک ان جذبات کو بطور عقیدہ ذہن میں رکھ لینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح وتنقید کا تو کوئی سوال ہی ذہنوں میں نہیں آسکتا البتہ ذہنی غلامی کا سوال

ضرور پیدا ہوسکتا ہے۔ سو اس منقول دین میں اوّلین طبقہ کا ہر آدمی کلیۃ محتاج ہوگا۔ روایت میں بھی اور درایت میں بھی، تاویلات میں بھی اور تعلّم وتزکیہ میں بھی اجمال میں بھی اور تفسیر میں بھی آخر اس کی ''ذہنی غلامی'' نہ کرے گا تو کیا کرے گا۔ اور جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو اُمت کے مختلف فرقوں کے حق و باطل کا معیار بھی قرار دے دیا اور معیار ہونے کی شان یہ ہے کہ انہی سے حق و باطل ممتاز ہوتا ہے اور انہی سے ملتا بھی ہے اور اس صورت میں بجز ''ذہنی غلامی'' کے چارۂ کار بھی کیا ہے۔ ورنہ محق ہونے کے بجائے آدمی مبطل ہونا گوارہ کرے۔

روافض، خوارج، معتزلہ اور دوسرے انہی کے ہم رنگ فرقے مبطل ہی اس لئے قرار پائے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھا۔ ان کی ''ذہنی غلامی'' پر راضی نہ ہوئے اور ان پر طعنہ زنی اور نکتہ چینی سے باز نہ آئے۔ جس سے صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم نہ کرو۔

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جس میں نکتہ چینی اور گرفت اور نقد وتبصرہ سب ہی کچھ زیر ممانعت آ جاتا ہے۔ وہ نجوم ہدایت ہیں تو ان سے راہ پائی جائے گی۔ انہیں راہ دکھائی نہیں جائے گی۔ ان کی اقتداء کی جائے گی۔ ان کی غلطیاں پکڑ پکڑ کر ان سے اقتداء کرائی نہیں جائے گی۔

اس سے واضح ہے کہ جو لوگ اپنے نقد وتبصرہ کا دائرہ ان آباء صالحین تک وسیع کر دینا چاہتے ہیں اور بقول شخصے ''بازی بازی بارلیش، بابا ہم بازی'' کے ڈھنگ پر ان پر جرح وتنقید جائز سمجھتے ہیں۔ تو یہی ایک چیز ان کے مسلک کے باطل ہونے اور مخالف اہل سنت والجماعت ہونے پر ان سے اعتزال کر لینے کی کافی دلیل ہے۔

اب خواہ کوئی نیا فرقہ بن جائے یا پرانے مبطل فرقوں کی ''ذہنی غلامی'' میں مبتلا ہو کر انہیں کا مقلد ہو۔ بہر حال وہ اہل حق میں سے نہ ہوگا۔

ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم افتراقِ اُمت کا سبب ہیں

کیونکہ اس حدیث میں یہ بھی نمایاں ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق و باطل ہیں تو ان کی مخالفت ہی سے نیا فرقہ بنے گا۔ موافقت سے کوئی نیا فرقہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ وہی قدیم ناجی فرقہ برقرار رہتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے اپنا روحانی سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے ہوئے ہے۔ کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی فرقہ تھا جو ناجی تھا اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی جو برحق بھی تھی اور معیارِ حق بھی۔ بعد میں جتنے فرقے بنے وہ ان کی مخالف راہ چل کر ہی بنے۔ اور اسی لئے وہ ناحق قرار پائے کہ معیارِ حق سے الگ ہو گئے۔ پس جو لوگ بلا استثناء سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت و عقیدت کے ساتھ پیروی کرتے ہیں اور ان پر زبانِ طعن و تنقید کھولنا جائز نہیں سمجھتے وہ یقیناً فرقہ نہیں بلکہ اصل جماعت ہیں۔ جن کے عقیدہ و عمل کا سر اسند کے ساتھ قرنِ اوّل کی پاکباز جماعت سے ملا ہوا ہے اور وہی اس جماعت کی سنتوں پر عقیدت و عظمت سے جمے ہوئے ہونے کے سبب صحیح معنوں میں اہل سنت والجماعت کہلانے کے مستحق ہیں۔

البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا خلاف کرنے والے اور ان پر جرح و تنقید سے نہ رکنے والے حتیٰ کہ اسے اصول قرار دینے والے درحقیقت بِلا جڑ کی نئی نئی شاخیں دین میں نکال کر اور نئے نئے خوشنما روپ کے عنوانوں سے دین کی تعبیریں کر کے اسے صد رُخ بنا دینے والے اُمت میں افتراق و انتشار پھیلا رہے ہیں اور اُمت کو دین کے نام پر ضعیف و ناتواں بناتے جا رہے ہیں تو یہی لوگ فی الحقیقت فرقہ ہیں ''جماعت نہیں'' گو اپنے نام کے ساتھ جماعت کا لفظ پکار پکار کر شامل کر لیں۔

فَاُولٰئِکَ الَّذِیْنَ...... سَمَّاھُمُ اللّٰہُ

بہر حال اس حدیث مذکورہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا اور وہ آپ کے منشاء کے مطابق معیارِ حق ثابت

ہوئے۔ جن پر آج تک اُمتِ مرحومہ اپنے کھرے اور کھوٹے کو پہچانتی رہی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے ان پر کلی اعتماد فرما کر ان کے طریقے کو اپنا طریقہ اور اپنے طریقہ کو ان کا طریقہ فرمایا اور پوری اُمت کیلئے انہیں حجت قرار دیا۔ جس سے قیامت تک اُمت کے حق وباطل کا فیصلہ انہیں کے علم وعمل کے معیار سے ہوتا رہے گا۔

خود اپنے معیار حق ہونے کا ادعاء

اندریں صورت مودودی صاحب کا دستور جماعت کی بنیادی دفعہ میں عموم و اطلاق کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے پہلے شامل ہوتے ہیں اور پھر ان پر جرح وتنقید کا عملی پرداز بھی ڈال دینا حدیث رسول کا محض معارضہ ہی نہیں بلکہ ایک حد تک خود اپنے معیار حق ہونے کا ادعاء ہے۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کو پرکھنے کی جرأت کر لی گئی۔ گویا جس اصول کو شدومد سے تحریک کی بنیاد قرار دیا گیا تھا اپنے ہی بارے میں اسے ہی سب سے پہلے توڑ دیا گیا اور سلف وخلف کے لئے رسول صلی اللہ علیہ کے سوا خود معیار حق بن بیٹھنے کی کوشش کی جانے لگی۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ.

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اجتماعی اطاعت

ادھر الفاظ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ایک دو صحابی ہی معیار حق نہیں بنا دیئے گئے بلکہ ''اصحابی'' جمع کا صیغہ لا کر اشارہ کیا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق بن کر واجب الاطاعت ہیں۔ جس کیلئے احادیث میں ایک ایک، دو دو اور چار چار اس سے زیادہ اور پھر پوری جماعت کی اقتداء کے اوامر وارد ہوئے ہیں۔ کیونکہ معیار ہو کر بھی واجب الاطاعت نہ بنے تو معیار معیار نہیں رہتا اور جبکہ معیار حق

ساری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا گیا تو سارے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم بلا استثناء واجب الاطاعت بھی قرار دیئے گئے۔ ممکن ہے کہ کسی کو شک وشبہ گزرے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فروعی مذاہب مختلف رہے اور مسائل میں اختلاف اور تناقض تک نظر آتا ہے تو لامحالہ ایک کی اطاعت کر کے بقیہ کی اطاعت سے دست برداری ہی کرنی پڑے گی ورنہ ضدین کا اجتماع ہو جائے گا جو ناممکن العمل ہے تو پھر سب کی اطاعت و پیروی کہاں رہی اور ممکن ہی کب ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ اگر ایک کی پیروی دوسروں کی طعن وتنقید سے بچ کر اور سب کی عظمت رکھ کر ہو تو وہ سب ہی کی پیروی کہلائے گی۔ جیسا سلسلہ ختم نبوت میں عملاً پیروی ایک رسول کی ہوتی ہے مگر معیار حق سب کو سمجھا جاتا ہے۔ عظمت وتنزیہ اور تقدیس سب کی یکساں کی جاتی ہے۔ تنقید وتخطیہ سب کا معصیت سمجھا جاتا ہے۔ تو یہی سارے انبیاء کی پیروی سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ کسی ایک پر بھی زبان طعن یا لسانی نقد وتبصرہ کھول کر ہزار کی پیروی بھی پیروی نہیں ہے۔

بلکہ سب کی مخالفت اور بغاوت ہے کیونکہ خود حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فروعات میں مختلف رہنے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کی عظمت وتوقیر کو واجب سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام شرائع میں مختلف رہ کر ایک دوسرے کی تصدیق کو اصل ایمان قرار دیتے تھے۔ پس ایک طعنہ زن اور نکتہ چین جب کہ ان کے اس قدر مشترک کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو وہ سب کی خلاف ورزی کا مرتکب اور سب کے حق میں باغی ہے۔ ذیل کے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حقیقت پر روشنی بھی ڈال دی گئی ہے کہ

"اَصْحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھْتَدَیْتُمْ"

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"

"اَیُّھُمْ" کے لفظ سے اقتدا تو مطلق رکھی گئی ہے کہ کسی کی بھی کی جائے ہدایت مل جائے گی۔ لیکن نجوم کے لفظ سے اقتداء کو سمجھنا اور ہادی ماننا سب کیلئے ضروری قرار دیا گیا

ہے۔ یہ نہیں کہ جس کی پیروی کرو نجم ہدایت اور نور بخش صرف اسی کو سمجھو پس پیروی کا عمل تو ایک دو تک محدود ہو سکتا ہے لیکن نور افشانی کا عقیدہ ایک دو تک تو محدود نہیں رہ سکتا وہ سب کیلئے ماننا لازمی ہوگا۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ تو وہ ہے کہ اس کا نام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُمت کے مختلف مکاتب خیال کے فرقوں کے حق و باطل کا معیار قرار دیا ہے۔ تنقید سے بالاتر بتلایا اور ان کی ''ذہنی غلامی'' یا اطاعت و پیروی ضروری قرار دی۔

تا قیامت معیار شخصیت رہے گا

باقی ان حضرات کے بعد کسی طبقہ کو طبقہ کی حیثیت سے نام لے کر معیار حق نہیں فرمایا، البتہ معیار حق ہونے کا ایک کلی ضابطہ اور معیاری اوصاف کا تعین فرما دیا گیا ہے۔ جنہیں سامنے رکھ کر معیاری افراد کو ہر زمانے میں فی الجملہ متعین کیا جا سکتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ قرون مشہودہ کے بعد بشری کمزوریوں کے امکانات بھی رہے اور ایسی کمزوریوں کا گاہے بگاہے عملاً ظہور بھی ہوا، لیکن ایسی گاہے بگاہے کمزوریوں سے معیاری شخصیتوں کے معیار ہونے میں فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اول تو اتقیاء اُمت میں سے کسی کی زندگی کو پاکباز زندگی کہنے کیلئے یہ کافی ہے کہ غالب زندگی تقویٰ وطہارت کی ہو۔ بھول، چوک، نسیان وذہول اور گاہے بگاہے ارادی کمزوری انسانی خمیر میں ہے۔

دوسرے بعد کے لوگ صرف بایں معنیٰ معیار حق و باطل ہوتے ہیں کہ ان کی مجموعی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنے لئے دینی راہ عمل کا خاکہ بنا لیا جائے اور اسے ان کے پارسایانہ عمل کے خاکہ پر منطبق کر کے اپنے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کیا جائے، بایں معنیٰ معیار حق ہونے کو انکا ہر قول و فعل حجت شرعی ہو تو اس قسم کے مقدس افراد اور معیاری لوگ ہر دور میں ہوتے رہیں گے اور اُمت کیلئے مینارۂ روشنی ثابت ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے معیاریت کے ایسے اوصاف پر بھی کتاب وسنت سے روشنی ڈالی اور اس لئے روشنی ڈالی ہے کہ راہ رشد وہدایت میں محض لٹریچر سے رہنمائی نہیں ہو سکتی جب تک

کہ وہ شخصیتوں کے کردار کے جامہ میں سامنے نہ آئے۔ ورنہ کتب سماویہ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمائے جانے کی ضرورت نہ ہوتی درحالیکہ خود کتب سماوی کے معانی ومرادات کی تعیین کیلئے بھی معیارِ حق یہی مقدس ہستیاں ہوئی ہیں وہ نہ ہوں تو کتب الٰہیہ کے معنی متعین کرنے میں ہر بوالہوس آزاد ہو جائے اور حق و باطل کا کوئی فیصلہ کبھی نہ ہو سکے۔ اس لئے قیامت تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی معیاری شخصیتوں کا بنام، مجدد، محدث، امام، مجتہد، راسخ فی العلم، فقیہ وغیرہ کا آتے رہنا ضروری ہے جس کے معیار سے اُمت کے عوام وخواص اپنے دینی عقیدہ و کردار کو جانچتے رہیں اور فی الجملہ ان پر اپنے کو منطبق کر کے روحانی سکون وطمانیت حاصل کرتے رہیں۔

پس مودودی صاحب تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی انسان کو معیارِ حق ماننے کیلئے تیار نہیں۔ لیکن کتاب وسنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی اور جو بھی کتاب وسنت کے الفاظ سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی سعی کرے تو ایسی شخصیتیں اپنے اپنے دور کے مناسب حال عنوانوں سے ان کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا چہرہ دکھاتی رہیں گی۔

جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"يَحمِلُ هٰذَا العِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ"

"اس علم (دین) کو (ہر دور میں) اعتدال پسند خلف (اپنے سلف سے) لیتے رہیں گے جو غلو پسندوں (اور حدود واعتدال سے گزر جانے والوں) کی تحریفوں، باطل پرستوں کی دروغ بیانیوں اور جہلاء کی (رکیک) تاویلوں کو رد کرتے رہیں گے"۔

اگر توفیق خداوندی شامل حال ہوئی تو ان معیاری شخصیتوں اور ان کے معیار

ہونے کی شانوں کی تفصیل آئندہ کسی دوسرے مقالہ میں کی جا سکے گی۔

بہرحال حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی میں اہم اور بنیادی نکتہ بحث بھی معیاریت غیر رسول کا مسئلہ ہے جس کو مودودی صاحب نے اصولی طور پر اپنے بنیادی دستور میں رد کردیا ہے اور شیخ نے اسے اہل حق کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جس سے یہ اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصول بن گیا۔ خدا کرے کہ مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کار اس خلیج کو پاٹ دینے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں۔ کسی تحریک کو چلانے کیلئے بنیادی اختلافات پیدا کر لینا خود تحریک کو اپنے ہاتھوں ختم کر دینا ہے۔ فروعی باتیں تو اتفاق واختلاف دونوں راستوں سے چلتی رہتی ہیں، لیکن اصولی اختلاف اور صرف نظر ایک طرف میں جمع نہیں ہو سکتے۔

ضمیمہ

ذہنی غلامی اور تقلید

ذہنی غلامی کے لفظ سے غالباً مودودی صاحب نے ''تقلید'' کی ترجمانی فرمائی ہے لیکن اس معنی میں یہ اصطلاح غلط اور مغالطہ انگیز ہے۔ غلامی کا حاصل کسی کے آگے جھکنا ہے اور تقلید کے معنی کسی کی بات ماننا ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے کمالات کے آگے نہیں جھکتا بلکہ اس کی ذات کے سامنے جھکتا ہے خواہ وہ کندہ ناتراش اور احمق ہی کیوں نہ ہو، لیکن ایک مقلد اپنے امام مجتہد کے سامنے آتا ہے تو صرف اس کے منصب ومقام کی پیروی کرتا ہے جس کو وہ عقل ونقل کا پیکر کامل سمجھتا ہے۔ ذات کے آگے نہیں جھکتا۔ پس غلامی میں آقا کی ذات پیش نظر ہوتی ہے۔ اس کا کمال پیش نظر نہیں ہوتا اور تقلید میں مجتہد کا کمال سامنے ہوتا ہے، ذات سامنے نہیں ہوتی۔ غلامی میں جبر ہوتا ہے کہ نہ غلام اپنی صلاحیتوں کو آقا کے انتخاب میں صرف کر سکتا ہے اور نہ خود آقا ہی کی صلاحیتوں پر نظر رکھ سکتا ہے۔ ادھر بھی ذات اور ذاتی خوف وطمع، ادھر بھی ذات اور ذاتی جبر وقہر۔ نہ وہاں شعور واستدلال نہ یہاں۔

پس ''ذہنی غلامی'' میں نہ اپنا شعور بیچ میں ہوتا ہے نہ آقا کا کمال اور تقلید میں طوع

ورغبت، عقلی شعوراور قلبی اعتقاد ہوتا ہے جس میں نہ جبر و دباؤ کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ امام مجتہد کے کمالات سے بے شعوری، غرض غلامی بے عقلی سے پیدا ہوتی ہے اور تقلید اتباع عقل و شعور سے، کیونکہ تقلید کسی کے آگے سر جھکانے کا نام نہیں، اس کی بات ماننے کا نام ہے اور بات بھی وہ جسے جذبات سے نہیں، علمی کمالات کے چشموں سے نکلی ہوئی سمجھ لی گئی ہو اور پھر کمالاتی ہی نہ ہو بلکہ اوپر سے نسبت بھی ہو کہ وہ خود اس شخص کی بات نہیں بلکہ اوپر کی بات ہے جہاں جھک جانا ہی نفسانی شرف ہے۔ پس تقلید میں شعور ہوتا ہے۔ بے شعوری نہیں، استدلال ہوتا ہے۔

(گو جزوی مسئلہ نہ ہو، اصولی اور کلی ہو۔ جس سے مجتہد مطاع کی شخصیت اتباع کیلئے متعین کی جاتی ہے) بے حجتی اور ذاتی دباؤ نہیں ہوتا، عبودیت نہیں ہوتی اطاعت ہوتی ہے۔ پس کہاں غلامی اور عبدیت اور کہاں اتباع و عقیدت، کہاں غرض مندی اور خوف و طمع اور کہاں محبت و عنایت، کہاں شعور و استدلال اور کہاں جمود و تعطل، کہاں حسنِ ظن اور قلبی شفقت اور کہاں بیزاری اور اندرونی انحراف، کہاں عقل و خرد بالائے طاق اور کہاں عقلی رہنمائی پیش پیش۔

چراغ مردہ کجا، نور آفتاب کجا

اس لئے ذہنی غلامی کا لفظ جس کا معنی ذہن کو شعور و استدلال سے معطل کر کے کسی کی ذات کے آگے جھکا دینے کے ہیں اس تقلید کا ترجمان نہیں بن سکتا جس میں ذہنی شعور کی بیداری کے ساتھ کسی کی علمی اور کمالاتی نسبتوں کو سامنے رکھ کر حسن ظن اور استدلال کلی سے اس کی تقلید کی ترجمانی کیلئے ''ذہنی غلامی'' کا تحقیر آمیز لفظ شاید اشتعال انگیزی اور نئی نسل کے دل و دماغ پر چوٹ لگا کر انہیں تقلید سے بیزار بنانے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ غلامی کے لفظ سے زیادہ کریہہ کوئی لفظ نہیں، آج افراد ہوں یا طبقات، اقوام ہوں یا اوطان۔ آزادی کے نام پر برسر پیکار ہیں۔

بااقتدار قوموں نے چونکہ کمزوروں کی غلام سازی کو زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے

جس سے بے دست و پا اقوام تنگ آچکی ہیں۔ اس لئے وہ آزاد ہونے کیلئے ہاتھ پیر مار رہی ہیں اور آج کی دنیا میں غلامی کے لفظ ہی کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہے۔ اس لفظ کے سامنے آتے ہی لوگ چونک پڑتے ہیں اور نفرت کے ساتھ اس سے بدک جاتے ہیں۔ اس لئے تقلید سے نفرت دلانے کیلئے اس سے بہتر تدبیر نہیں سوچی جاسکتی تھی کہ اس کا ترجمہ ایک ایسے مکروہ لفظ سے کر دیا جائے تو جو خود ہی ذہنوں میں حقیر و ذلیل ہو کہ اس راستہ سے تقلید کے مفہوم سے ہی لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کر دی جائے۔ لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ ذہنی غلامی اور تقلید کی حقیقتوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ اور ایک کیلئے دوسرا لفظ کسی طرح بھی ترجمان نہیں ہوسکتا بلکہ یہ لفظ ہی شرعی نہیں ہے جو کسی دینی اور شرعی اصطلاح کیلئے استعمال کیا جائے۔ یہ محض اشتعال انگیزی اور پنہائی مقصد بر آری کیلئے ایک حیلہ کیا گیا ہے۔ پس ہم تقلید کے ضرور قائل ہیں لیکن تقلید کے معنی ذہنی غلامی کے نہیں سمجھتے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ تقلید میں اتباع بھی ہوتا ہے اور شعور بھی۔ گو شعور اجمالی ہو تفصیلی نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے

علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے (جو متبعین اولین ہیں) اتباع بھی ثابت کیا گیا ہے اور بصیرت و شعور بھی جس میں سب سے پہلے اس کا شعور پیدا ہوتا ہے کہ یہ کلام کس کا ہے جس کی پیروی کی جارہی ہے اور وہ شخصیت کون ہے جس کا اتباع کیا جارہا ہے۔ اور ذہنی غلامی کا حاصل کلیۃً ذہنی بے شعوری، اور جمود کے ہیں جو کسی بھی مومن کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ اس مضمون میں ہم نے جہاں بھی یہ لفظ لیا ہے وہ مودودی صاحب کے کلام سے بطور حکایت و نقل کے لیا ہے ورنہ ہمارے نزدیک اسلامی اصطلاح کے نقطۂ نظر سے یہ لفظ مہمل اور بے معنی ہے۔ نہ یہ کسی شرعی مفہوم کا ترجمان بن سکتا ہے نہ عقل کا۔ کفار کی آبائی تقلید پر بول دیا جائے تو ممکن ہے کہ کسی حد تک چسپاں ہو جائے۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد:۶)

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر سب وشتم کرنیوالوں کے متعلق ارشاد فرمایا: کہ انکو جواب میں کہو کہ ''لعنة الله علی شر کم ''شر...اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو مشاکلت کے طور پر استعمال ہوا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقدین صحابہ کیلئے ایسا کنایہ استعمال فرمایا ہے کہ اگر وہ اس پر غور کریں تو ہمیشہ کے لئے تنقید صحابہ کے روگ کی جڑ کٹ جاتی ہے...

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اتنی بات تو بالکل کھلی ہے صحابہ کیسے ہی ہوں مگر تنقید کرنے والے سے تو اچھے ہی ہوں گے...تنقید کرنے والے کی تنقید سے یہ لازمی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ خود ناقد فلاں کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا بلکہ اس سے بہتر کام کرتا...

تم ہوا میں اُڑو......آسمان پر پہنچ جاؤ......سو بار مر کے جی لو مگر تم اپنے کو صحابی تو نہیں بنا سکتے......تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمال جہاں آرائے محمد کا دیدار کیا......وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلمات نبوت سے مشرف ہوئے......

ہاں.... ہاں وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس مسیحائے محمدی سے زندہ ہوئے

.وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوار مقدس سے مشرف ہوئے......تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرۂ محمدی سے مس ہوئے اور ساری عمر انکی بوئے عنبریں نہیں گئی......تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیت محمدی میں آبلہ پا

ہوئے......تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے۔

جہاں سرور کونین کی سیادت جلوہ آراء تھی......تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادت دارین کی شراب طہور کے جام بھر بھر کر دیئے جاتے اور تشنۂ کامان محبت ھل من مزید کا نعرہ مستانہ لگا دیتے تھے......تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو کانی اری اللہ عیانا کا کیف پیدا کرتا تھا......تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے...

جہاں کانما علی رؤسنا الطیر کا سماں بندھ جاتا تھا......تم وہ صدر نشین تخت رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف هذا الابیض المتکئی سے اشارے کئے جاتے تھے......تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جس کے ایک جھونکے سے مدینہ کی گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے......تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے جو دیدار محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی......تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج دیکر حاصل کیا جاتا تھا......تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانۂ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کئے جاتے تھے......تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینہ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے......تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو صبغة اللہ کی بھٹی میں دیا جاتا تھا......تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں......تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے ......تم وہ قدسیوں کی جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے...

اللہ پاک ان قدسی صفات نفوس کی عظمت وعقیدت کے ساتھ کامل تابعداری کی سعادت عظمٰی سے ہم سب کو نوازیں...آمین

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

(بحوالہ: خدام الدین مئی 1975)

جب صلاحیتوں کا رُخ دُرست ہو گیا

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ

زندگی کا صحیح مقصد اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اکثر قوتیں ضائع ہو رہی تھیں، اور اعلیٰ انسانی صفات اور جذبات نے غلط رخ اختیار کر لیا تھا۔

شجاعت و دلیری اکثر خاندانی جھگڑوں، رقابتوں اور حریفانہ مقابلوں میں صرف ہو کر رہ جاتی تھی۔ وفاداری کو چھوٹے چھوٹے آقاؤں اور خداوندان نعمت کی خدمت کے سوا کوئی اور بلند مصرف نہیں ملتا تھا۔ وضعداری چند خودساختہ اصولوں اور چند معاشرتی و مجلسی قوانین کی پابندی کا نام بن کر رہ گئی تھی۔ پختگی اور استقامت تھی مگر وہ زیادہ تر اپنی آن قائم رکھنے میں اور جوانی کے مشغلوں کو بڑھاپے میں نبھانے میں صرف ہوتی تھی۔ عالی ہمتی تھی مگر وہ اکثر غربت کو چھپانے اور تنگ دستی میں امیرانہ حوصلہ مندی کے اظہار کے لئے رہ گئی تھی۔ غیرت وحمیت کا ظہور عموماً انفرادی و شخصی معاملات میں ہوتا تھا۔ دین کی مظلومی و غربت اور امت کی زبوں حالی پر اس میں حرکت واشتعال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ فیاضی وفراخ حوصلگی کا مہمان نوازی، صدقہ وخیرات یا امیرانہ داد و دہش کے سوا کوئی مصرف سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جفاکشی و مستعدی تھی مگر وہ عوام میں معاش کی تگ ودو اور آقاؤں کی خدمت، امراء میں سیاسی مہمات اور حریفوں کی سرکوبی، اہل دین میں مجاہدہ وعبادت اور سلوک و ریاضت کے حدود سے آگے نہیں بڑھنے پاتی تھی۔

جوہر شناسی تھی مگر اس کا موضوع شعراء، نغمہ سراؤں اور مصاحبین کی پرورش اور سرپرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ذہانت وطباعی تھی، مگر وہ اہل ادب میں محض شاعرانہ نازک خیالی اور نکتہ آفرینی اور اہل علم میں دقیق متنوں کی شرح، اقوال کی توجیہ اور مشکلات فن کی گرہ کشائی سے آگے بڑھنے نہیں پاتی تھی۔

اس نسل میں بہترین صلاحیتیں اور جوہر تھے مگر ضائع ہو رہے تھے۔ افراد تھے مگر جماعت نہ تھی اوراق تھے مگر کتاب نہ تھی، کچا مال تھا مگر کوئی کاریگر نہ تھا، پرزے تھے اور بہت سے متحرک بھی تھے، مگر ان کی زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی تھی، اس لئے عام اور مفید حرکت نہ تھی۔ اس وقت ایک ایسے شخص اور جماعت کی ضرورت تھی جو دین و علم اور صلاحیتوں کے بچے کھچے سرمائے سے وقت پر کام لے اور اس کو ٹھکانے لگائے۔ جو خانقاہوں کا حال اور درس گاہوں کا قال، وہاں کی حرارت اور یہاں کی روشنی سارے ملک میں عام کر دے، جس کے جلو میں چلتی پھرتی خانقاہیں ہوں اور دوڑتے بھاگے مدرسے، گھوڑوں کی پیٹھ پر عالم ہوں اور محرابوں میں مجاہد۔ جو دلوں کی بجھتی انگیٹھیاں دوبارہ دہکا دے، افسردہ دلوں کو ایک بار پھر گرما دے اور ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک طلب دین کی تڑپ کی آگ لگا دے۔ جو مسلمانوں کی خداداد قابلیتوں اور فطری صلاحیتوں کو ٹھکانے لگائے۔ جس کی سعی سے شجاعت و دلیری کا رخ میدان جہاد اور حقیقی دشمن کی طرف پھر جائے، جذبہ وفاداری خداوند حقیقی کی بندگی میں لگ جائے۔

وضعداری، پختگی، واستقامت فرائض و عبادات کی پابندی اور میدان جہاد کی ثابت قدمی میں، عالی ہمتی دین کی خدمت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مراتب کے حصول میں، غیرت وحمیت دین کی مظلومی اور مسلمانوں کی زبوں حالی کے احساس میں، فیاضی و فراخ حوصلگی مجاہدین کی امداد، مہاجرین کی نصرت اور جہاد کی اعانت اور دینی بھائیوں کی خدمت میں، جفاکشی و مستعدی سفرِ جہاد کی صعوبتوں کے تحمل، میدان جہاد کے مصائب اور دینی فرائض کی سربراہی میں، جوہر شناسی اہل لیاقت کی قدردانی، دین کے خادموں اور سپاہیوں کی شناخت اور تربیت میں کام آئے۔

ذہانت و طباعی، دعوت و اصلاح کی حکمت، امور جماعت میں معاملہ فہمی وفراست، میدان جنگ کی تدبیر اور حکومت اسلامی کی دینی سیاست میں اپنے جوہر دکھائے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت جلد ششم اول ص 28)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجمالی فضائل

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعزاز و اکرام کرنا اور اُن کے حق کو پہچاننا اور اُن کا اتباع کرنا اور اُن کی تعریف کرنا...اور اُن کے لئے استغفار اور دُعائے مغفرت کرنا اور اُن کے آپس کے اختلاف میں زبان کشائی نہ کرنا اور مؤرخین اور اہل تشیع بدعتی اور جاہل قسم کے راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس قسم کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرلے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرلے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو برائی سے یاد نہ کرے بلکہ اُن کی خوبیاں اور اُن کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر (یعنی برا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو...

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں...آیت نمبرا: حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے...

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَا هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى

سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

ترجمہ:..... ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں... اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں...اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر اُنکے سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ اُن کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں اُن کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کی اُس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اپنی سوئی کو قوی کیا (یعنی وہ کھیتی موٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس لئے یہ نشو ونما دیا) تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلادے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کررہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کررکھا ہے''...

آیت نمبر۲: اسی سورت میں دوسری جگہ ارشاد ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

ترجمہ:..... ''تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر ہیں) خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے اور اُن کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا... اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں اطمینان پیدا کردیا تھا اور اُن کو ایک لگتے

ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے"...

یہ ہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرۃ کہا جاتا ہے...

آیت نمبر۳: صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

ترجمہ:...ان مومنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اُس میں سچے اُترے پھر اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اس کے مشتاق ومنتظر ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا"...

آیت نمبر۴: ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے...

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ترجمہ:...اور جو مہاجرین وانصار (ایمان لانے میں سب اُمت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں... اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے ان آیات میں اللہ جل شانہٗ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف اور اُن سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے...

احادیث میں
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اقتداء کیا کرو... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوسکتا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ڈرو... ان کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ...

جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں نہ دیا کرو... اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مُد کے آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہوسکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور

فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت... نہ اُس کا فرض قبول ہے نہ نفل...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے... ابوبکر... عمر... عثمان... علی رضی اللہ عنہم ... ان کو میرے سب صحابہ سے افضل قرار دیا... ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے دین کی مضبوط رسی کو پکڑ لیا... جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی... منافق... سنت کا مخالف ہے... مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو... یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور اُن کی طرف سے دل صاف ہو...

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو... میں عمر رضی اللہ عنہ سے... عثمان رضی اللہ عنہ سے... علی رضی اللہ عنہ سے... طلحہ رضی اللہ عنہ سے... زبیر رضی اللہ عنہ سے... سعد رضی اللہ عنہ سے... سعید سے... عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے... ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے خوش ہوں... تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو!

اے لوگو! اللہ جل شانہ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرما دی... تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں یا میری بیٹیاں اُن کے نکاح میں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا...

ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بری ہیں... اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا... ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری رعایت رکھے گا... وہ میرے پاس حوض کوثر تک پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض کوثر تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دور ہی سے دیکھے گا...

سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں جو شخص... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم نہ کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ایمان نہیں لایا... (فضائل اعمال)

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ دنیا دار العمل ہے۔ ہست و نیست کی اِس رزم گاہ میں قدم قدم پر انسان کو آزمائش اور امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ ملک:۲)

''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔''

امتحان کوئی سا ہو، اس میں کامیابی کا بھی امکان ہوتا ہے اور ناکامی کا بھی۔ مثل مشہور ہے **عندالا متحان یکرم الرجل اویھان** مگر وہ خوش نصیب انسان، جنہیں ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ عنہ وسلم کے دیدار کی سعادت میسر آئی اور ایمان کی دولت ہمراہ لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے جنہیں صحابہ یا اصحاب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان حضرات نے جس انقیاد واطاعت، تسلیم ورضا، سرافگنی اور جاں فروشی کا ثبوت دیا اس کی وجہ سے انہیں کامیابی ہی کامیابی نصیب ہوئی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (الحجرات:۲)

''وہی ہیں، جن کے دلوں کو اللہ نے آزمالیا ہے تقویٰ کے لئے ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا ثواب ہے۔''

انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ ملا۔

پھر اس خوشنودی اور رضامندی کے نتیجے میں انہیں من پسند اور لازوال نعمتوں کے گھر (یعنی بہشت) کا مژدہ سنایا گیا۔

يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

''اللہ تعالیٰ انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے خوش ہوئے وہ اللہ کا گروہ ہے۔ سن لو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔'' (سورۃ المجادلہ)

پھر یہی نہیں کہ وہ خود ہی کندن بن گئے، بلکہ انہوں نے پارس کے پتھر کا کام دیا۔ جو ان سے جڑ گیا، وہ بھی زر خالص بن گیا یہ سب نتیجہ تھا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرقِ مراتب

یوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب وہ مثالی انسان تھے، جو نبوت کے نیر اعظم سے نورانیت حاصل کر کے آسمان علم وعمل پر طلوع ہوئے اور انہوں نے دنیا کو تابانی بخشی۔

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقشِ سجدہ، جن کی پیشانی پہ ہے

مگر کتاب وسنت کی رو سے پھر ان میں فرق مراتب پایا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک کی رو سے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے انہیں بعد والوں پر برتری حاصل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ (سورۃ الحدید)

''تم میں سے وہ لوگ، جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑے، وہ برابر نہیں ہیں۔ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں، جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ (ویسے) ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔''

پھر فتح مکہ سے پہلے والوں میں بھی کئی مدارج ہیں۔ سب سے اونچا درجہ اصحاب بدر کا ہے، پھر اصحاب احد کا، بعد ازاں اصحاب حدیبیہ کا، (جنھوں نے بیعت رضوان کی) انہی مدارج اور مراتب کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بشارتیں سنائی ہیں یہ بشارتیں دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ جو عمومی اور اجتماعی نوعیت کی ہیں دوسری وہ جو خصوصی اور انفرادی شکل کی ہیں چند عمومی بشارتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

تمام صحابہ کے بارے میں عمومی بشارت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتمس النار مسلما رانی اورای من رانی. (ترمذی شریف)

"کسی ایسے مسلمان کو، جس نے مجھے دیکھا، جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور نہ اس کو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام ابن حزم سے نقل کرتے ہیں:

الصحابة کلهم من اهل الجنة قطعا

"صحابہ، سب کے سب، یقینی طور پر جنتی ہیں۔"

قال الله تعالیٰ ۔ لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ ...... الْحُسْنَىٰ .

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ (سورۃ الحج) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (آگے سورہ حدید کی مندرجہ بالا آیت نقل کی ہے) جن لوگوں کے بارے میں ہماری طرف سے بھلائی (کا وعدہ) پیشگی ہو چکا ہے، وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ اس کی بھنک تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی من پسند نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (قیامت کے دن کی) بڑی گھبراہٹ انہیں پریشان نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

فثبت ان الجمیع من اھل الجنة وانه لا یدخل النار احد منھم (الاصابہ)

تو ثابت ہو گیا کہ سب کے سب صحابہ جنتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔ایک کور چشم کے لئے حسن و جمال کی پوری کائنات معطل ہے۔ پھولوں کی رنگت، کوہ کی بلند قامتی، سمندر کی پہنائی، صحرا کی وسعت اور طیور کی خوبصورتی سب بے کار اور بے معنی ہیں۔ایک بہرے کے لئے بلبل کے گیت، کوئل کی کوکو، فاختہ کی خوش الحانی اور قمری کے نغمے سب لغو اور لا حاصل ہیں۔

اسی طرح اگر کسی عقل کے اندھے کو حضرات صحابہ کے محاسن اور کمالات نظر نہیں آتے تو اس کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ؟

اگر نوجوان طلباء علم، یورپ سے درآمد شدہ ہسٹری کو پڑھ کر یا بدنیت مصنفین کی لکھی ہوئی تاریخ کو پڑھ کر اپنے دلوں میں حضرات صحابہ کے حق میں کچھ بدگمانی رکھتے ہیں تو ہم ان سے کہیں گے۔

جمال و حسن یوسف راچہ مے دانند اخوانش زلیخا راپرس از وے کہ صد شرح و بیاں دارد

حسن یوسف کی دلفریبیوں کے بارے میں پوچھنا ہو تو ان کے بھائیوں سے نہ پوچھو، زنان مصر کو چھیڑ کر دیکھو جو ایک جھلک دیکھتے ہی اپنے ہاتھ کٹوا بیٹھی تھیں۔ صحابہ کے حالات مسلمان سیرت نگاروں سے پوچھو نہ کہ مغربیت زدہ مصنفین سے۔

اصحابِ حدیبیہ کے بارے میں بشارت

حدیبیہ کے مقام پر تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک درخت کے نیچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی۔ان حضرات کو اصحاب حدیبیہ بھی کہا جاتا ہے اصحاب بیعت الرضوان بھی اور اصحاب الشجرہ بھی۔ان کے بارے میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرۃ احد الذین بایعوا تحتھا. (مسلم شریف ص ۳۰۳ ج ۲ ترمذی ص ۲۲۶ ج ۲)

''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان شاء اللہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔''

ترمذی شریف میں ایک اور حدیث ان الفاظ سے موجود ہے:

لیدخلن الجنۃ من بایع تحت الشجرۃ الاصاحب الجمل الاحمر (ترمذی)

''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی وہ ضرور بہشت میں داخل ہوں گے، لیکن سرخ اونٹ والا نہیں ہوگا۔''

یہ سرخ اونٹ والا ایک منافق تھا اور اس نے بیعت بھی نہیں کی تھی، حالانکہ وہاں موجود تھا مؤرخین نے اس کا نام جد بن قیس بتایا ہے یہ ایک اونٹ کی اوٹ میں چھپ رہا تھا۔

اصحاب بدر کے بارے میں

بدر کا معرکہ، پہلا معرکہ ہے جس میں مسلمان، مشرکین کے مقابلے میں صف آراء ہوئے۔ وہ لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں تعداد کے لحاظ سے سہ چند تھے، جنگی ساز و سامان سے لیس تھے جبکہ ادھر مجاہدین کی تعداد کم تھی اور سامان نہ ہونے کے برابر۔ بظاہر کوئی امید افزا چیز نہ تھی۔ توحید کے علم بردار صرف دلوں میں ایمان لے کر اللہ کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان میں اترے تھے۔ جنگ ہوئی اور پوری آب وتاب سے ہوئی۔ حق کو فتح ہوئی اور باطل کو شکست۔

قرآن پاک میں اس دن کا نام یوم الفرقان رکھا گیا۔ ۳۱۳ صحابہ کرام جو اس غزوہ میں شریک ہوئے خاص شان کے مالک شمار ہوتے ہیں۔

کتب حدیث میں کسی صحابی کے بارے میں **و کان بدر یا** لکھا ہوا ہو تو یہ اس کی عظمت شان کی دلیل ہوگی۔ اور اس کی منقبت کا بیان:

قرآن مجید میں ایک پیغمبر حضرت شموئیل علیہ السلام کے جہاد کا ذکر ہے جس میں جناب طالوت کو حاکمانہ اختیار ملے تھے اس میں بھی مجاہدین کی تعداد ۳۱۳ تھی۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی ہیں۔ ان سے کوئی سیاسی غلطی سرزد ہوگئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سراپا غیرت تھے، وہ اتنے غصے میں آ گئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاطب کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ تعالیٰ نے تو اہل بدر سے یہاں تک فرما دیا ہے کہ

اعملوا ماشئتم قدوجبت لکم الجنة. (بخاری ص ۵۶۷)

"تم جو چاہو، کرتے رہو، تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔"

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو آ گئے اور کہنے لگے اللہ و رسولہ اعلم

بحری مجاہدین کے بارے میں

جزیرۃ العرب، ریگستانی علاقہ ہے صحرائی لوگ طبعاً بحری سفر سے گھبراتے ہیں اس کے نشیب و فراز سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے سمندر میں سفر کرنا پسند نہیں کرتے۔ جو مجاہدین سب سے پہلے اسلامی پرچم لے کر بحری سفر پر نکلے ہوں گے یقیناً انہیں گونا گوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اور وہ اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر ہی نکلے ہوں گے اس لئے وہ خصوصی انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول جیش من امتی یغزون البحر قداوجبوا. (بخاری صفحہ ۴۱۰)

"میری اُمت کا پہلا لشکر، جو بحری سفر کر کے جہاد کو نکلے گا، اس کے مجاہدین نے اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنالیا۔"

واضح رہے کہ پہلا بحری بیڑہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں والی شام

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سرکردگی میں تیار کرایا، اور جزیرہ قبرص کی طرف سفر کر کے اسے فتح کر لیا تھا۔

مجاہدین قسطنطنیہ کے بارے میں

قسطنطنیہ طلوع اسلام کے وقت قیصر روم کا مستقر تھا۔ اس وقت رومی سلطنت کی وہی حیثیت تھی جو آج کی ترقی یافتہ دنیا میں امریکہ کی ہے۔ سپر پاور شمار ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین اور امراء سلطنت کو تبلیغی خطوط بھجوائے تھے تو قیصر روم نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا، مگر ویسے اس نے حضور کے نامہ گرامی کا احترام کیا تھا۔ کئی علاقے، عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں نے رومیوں سے لے لئے تھے شام، فلسطین، حمص وغیرہ اسی دور میں فتح ہوئے تھے قسطنطنیہ کا فتح کرنا، سفری مشکلات، عسکری مسائل وغیرہ کے لحاظ سے جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، اس لئے مجاہدین کی پہلی کھیپ جو اس طرف روانہ ہوتی وہ اجر خاص کی مستحق تھی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ

اول جیش یغزون مدینة قیصر مغفور لھم. (بخاری ص ۴۱۰)

"اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر کا رخ کرے گا، اس کے سپاہیوں کو بخش دیا گیا۔"

یہ پہلا لشکر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قسطنطنیہ گیا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (جنہیں میزبان رسول ہونے کی فضیلت حاصل ہے) بھی اس سپاہ میں شامل تھے۔ اس وقت یہ شہر فتح تو نہیں ہوا تھا، لیکن اس واقعہ سے رومیوں کا زور بہت حد تک ٹوٹ گیا اور نتیجتاً سپر پاور عیسائی رومیوں کے ہاتھوں سے نکل کر مسلمانوں کے پاس چلی گئی۔ رومی دارالسلطنت کی فتح، کسی اور مسلمان بادشاہ کا مقدر تھی چنانچہ یہ اعزاز سلطان محمد فاتح مرحوم کو حاصل ہوا کہ اس نے بڑی عقل مندی، بہادری اور حربی تدابیر سے کام لے کر ۸۵۷ھ میں اس شہر کو فتح کر لیا فللہ درہ!

اسلامی فتوحات میں صحابہ کا حصہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت دلیر، بہادر اور نڈر سپاہی تو تھے ہی، انہی کے مجاہدانہ کارناموں کی بدولت مملکت اسلامیہ تھوڑے سے عرصے میں دور دور تک پھیل گئی۔اس کے علاوہ ان کا وجود سراپا برکت اور فتح مندی کا باعث تھا۔ بخاری اور مسلم میں ایک حدیث درج ذیل مضمون کی آئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ جماعتیں جہاد کے لئے نکلیں گی، وہ پوچھیں گے کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی موجود ہے؟ جواب ملے گا ہاں تو اس صحابی کی بدولت فتح ہوگی۔

پھر دوسرا دور آئے گا، لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوں گے اور پوچھیں گے: کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا کوئی ساتھی موجود ہے؟ جواب میں کہا جائے گا، ہاں۔تو اس تابعی کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔

تیسرا دور آئے گا، لوگ نکلیں گے تو پوچھیں گے: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھنے والے کا دیکھنے والا (یعنی تبع تابعی) موجود ہے؟ کہا جائے گا: ہاں ' تو اس کی برکت سے بھی فتح ہوگی۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

بخاری شریف میں ایک اور روایت آئی ہے جو تقریباً اسی مضمون کی ہے وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہوتے جائیں گے باقی ردی اور بے کار لوگ رہ جائیں گے جس طرح کہ جو کا بے کار حصہ (چھلکے وغیرہ) ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرے گا (گویا برکت ختم ہو جائے گی)

تاریخ کے طالب علم غور سے تاریخ کا مطالعہ کریں، انہیں نظر آئے گا کہ جو جو علاقے عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں فتح ہو کر بلاد اسلامیہ میں شامل ہوئے وہ آج بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ صحابہ کا کوئی مفتوحہ علاقہ، چاہے اسلامی نظام مملکت

وہاں نافذ نہ ہو، مسلمانوں کے حیطہ اقتدار سے خارج نہیں ہوا۔
یہ حقیقت حضرات صحابہ کی بلندی مرتبہ کی بین دلیل ہے۔

قیامت کے روز صحابہ کی افادیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکت اور افادیت، صرف جہاں گیری اور جہاں داری تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ ان کی حقیقی برکت تو اس دن ظاہر ہو گی۔
جس روز قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۝ اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃٌ ۝ کا منظر ہو گا۔
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ سب بے سود ہو کر رہ جائیں گے اس روز اگر کوئی روشنی کار آمد ہو گی اور کسی کی قیادت، نجات کا ذریعہ ثابت ہو گی تو وہ صحابہ کی قیادت اور نورانیت ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من احد من اصحابی یموت بارض الابعث قائداً ونوراً لھم یوم القیامۃ۔ (ترمذی ص ۲۲۶ ج ۲)

"میرا کوئی صحابی، کسی سرزمین میں فوت ہو گا تو قیامت کے روز وہ ان کے لئے پیش رو اور نور بن کر قبر سے اٹھے گا۔"

محولہ بالا آیات اور احادیث سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جلالت شان اور علوم مرتبت بالکل واضح ہے، دنیا و آخرت میں ان کے مقام بلند اور دوسروں کے لئے باعث برکت ہونے کی تصریح ہے۔
خوش نصیب ہے وہ انسان جو ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہتا ہے اور بد نصیب و تیرہ بخت ہے وہ جو ان کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے

فکل میسر لما خلق لہ وفقنا اللّٰہ لما یحب و یرضی واعاذنا من شرور انفسنا.

صحابہ کے بارے میں خصوصی بشارتیں

کتب حدیث و سیرت میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں خصوصی بشارتیں موجود ہیں۔

عشرہ مبشرہ کی مشہور اسلامی اصطلاح کی وجہ سے عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہی دس حضرات ہیں جن کے بارے میں نام لے کر فرداً فرداً جنتی ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے یا زیادہ سے زیادہ ان کے ساتھ سیدۃ نساء اهل الجنة حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سید اشباب اہل الجنۃ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو ملا لیا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ عشرہ مبشرہ کی اصطلاح تو اس وجہ سے مشہور ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں بیک وقت ان دس حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت سنائی تھی ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ متعدد دوسرے حضرات مرد اور خواتین ہیں جن کے بارے میں انفرادی بشارتیں دی گئیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک اِجمالی جھلک

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

عرب کی وہ جاہلیت زدہ قوم جو جہالت و افلاس' نفاق و شقاق اور غلامی کے انتہائی سے انتہائی درجہ میں پھنس رہی تھی نہ وہ خدا ہی کی رہی تھی اور نہ مخلوق ہی کی... نہ اس نے اپنا ایمان باقی رکھا تھا اور نہ شائستہ عمل ہی... جو اپنی بداخلاقیوں اور اپنی بدعہدیوں کی بدولت اپنوں کو غیر اور غیروں کو دشمن بنا چکی تھی... جو انسانی صفوں سے نکل کر ڈھوروں کے گلہ میں جا ملی تھی... جب اس بدو اور وحشی قوم نے اپنی زندگی کا رخ افضل رسل' سید کل' آقائے نامدار روحانیت کے آخری تاجدار' احمد مختار محبوب رب العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا تو اپنے آقا کی کامل اتباع اور باطنی توجہ سے یہ صحرا نشین تمام دنیا کے علماء سے زیادہ عالم تر اور تمام دنیا کے اقویا سے زیادہ قوی تر اور تمام متمدنوں کے استاد بن گئے وہ ایسے محبوب خلائق بنے کہ دنیا ان کے پسینے کو خون سے تولنے لگی... ان کی زندگیوں کو خیر الحیات اور ان کے زمانہ کو خیر القرون سے موسوم کیا گیا... وہ تپ دق کے مریض عرب کے بدو لوگ جن سے ہلنا جلنا اور کروٹ بدلنا بھی دشوار تھا ایسے چنگے بھلے ہو گئے کہ انہوں نے اپنی ایک جنبش سے کرہ دنیا کو ہلا دیا...

در فشانی نے تیرے قطروں کو دریا کر دیا — دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور فیض صحبت نے عرب کے خانہ بدوشوں کو صفت ملائکہ بنا دیا.. فرشتے ان کی راہ میں آنکھیں بچھانا اپنی سعادت سمجھتے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ایسے شاگرد پیدا کئے کہ ملائکہ آسمان سے اتر کر ان کی دربانی کرنے لگے..

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایران سے ڈرے — چند بے تربیت اونٹوں کے چرانے والے
بھید کیا تھا کہ جو آپس میں ملے تھے نہ کبھی — ہو گئے مشرق و مغرب کے ملانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ — بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

عشق ومحبت

یہ سب کچھ اللہ کے برگزیدہ رسول کی اتباع اور محبت و عشق کا نتیجہ ہے... جب ایمان ان کے دلوں میں پوری طرح راسخ ہو گیا تو اس ایمان کے بل بوتے پر انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہجرت کی... وطن عزیز اور آبائی گھر بار کو ترک کیا... دین کی نصرت میں اپنی جان و مال کو قربان کیا... زندگی اور زندگی کی ساری بہاریں اسی لو اور لگن میں گزار دیں... اپنے باپ بیٹوں کی قربانی کی اپنے اور بیگانوں سے دین کی سر بلندی کے لئے گتھم گتھا ہو گئے... خونریز جنگیں لڑیں... مال و دولت کو سنگریزوں اور ٹھیکریوں سے زیادہ حقیر سمجھا دین کی خاطر زن و فرزند سے بگاڑ لی...

عبادت کا حال

عبادت کا یہ عالم کہ کثرت عبادت کی وجہ سے پراگندہ بال' زرد رنگ اور غبار آلود رہتے... کثرت سجود کیوجہ سے ان کی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زانو کا سا گھٹا تھا... اس کی شہادت قرآن نے ان الفاظ میں دی **سیماھم فی وجوھھم من اثر**

السجود وہ رات کو اللہ کے واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے...خدا کی کتاب پڑھتے عبادت میں پیشانی اور پاؤں پر نوبت بنوبت زور دیتے...

جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اس طرح کانپتے...آنکھوں میں اتنے آنسو بہاتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے...ایک جنگ کے دوران ایک جاسوس دیکھنے کے لئے کہ مسلمان کس حالت میں ہیں وہ سب کو خیمے کے اندر گھستا ہے اور سارا منظر دیکھ کر اپنے افسر کو رپورٹ کرتا ہے کہ رات کے وقت میں نے دیکھا کوئی مسلمان رکوع کے اندر ہے کوئی قیام میں...کوئی قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور کوئی ہل ہل کر کچھ پڑھ رہا ہے اور کوئی سر زمین پر رکھے ہوئے ہے...آگے لکھتا ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو وہی لوگ جن کی گردنیں رات کو خداوند قدوس کے سامنے جھکی ہوئی تھیں... دشمنوں کے سامنے سینہ تانے کھڑے ہیں...وہی راہب اور وہی ملال جو رات کو گوشہ نشین تھے دن کو تیغ شجاعت کے جوہر دکھا رہے ہیں...اور ان کے حملوں سے بڑے بڑے سورماؤں کا زہرہ آب ہوا جاتا ہے...

جذبہ جہاد

آپ نے سنا ہوگا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے اور مقابلہ میں رومی کئی لاکھ تھے...ایک عیسائی جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا اس کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانہ ہے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا...خاموش! خدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں...

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کبھی کبھی ذوق جہاد میں فرمایا کرتے تھے وہ رات کہ میرے گھر میں نئی دلہن آئی ہو اور اس سے مجھے الفت بھی ہو اور اس کے ساتھ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت بھی اسی رات میں دی گئی ہو تو وہ قسمت بھری رات بھی میرے نزدیک

اتنی محبوب نہیں جتنی کہ وہ رات جس میں ایسی سخت سردی پڑ رہی ہو جو پانی کو جما دینے والی ہو اور میں مجاہدین کے ہمراہ ہوں اور صبح ہی دشمن پر حملہ ہونے والا ہو تو میدان جنگ کی وہ رات جس میں خدا کے دشمنوں سے لڑوں مجھے اس شب عروسی یعنی شادی کی پہلی رات سے کہیں زیادہ محبوب و مرغوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو...

شوق شہادت

اسی یرموک کے میدان میں ایک صحابی' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں جبکہ میدان کارزار میں تیروں کا مینہ برس رہا ہے...تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی ہیں... ہاتھ پاؤں اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں...موت کی تصویر ہر طرف نظر آ رہی ہے...عرض کرتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں... یہ ہے یقین کی حقیقت' بتایئے اس حقیقت پر کونسی قوت غالب آ سکتی ہے اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کونسی جماعت غالب آ سکتی ہے...ایمان اور یقین کا یہ درجہ تو ہر صحابی کو حاصل تھا کہ اللہ و رسول کی ہر بات پر ان کو اپنی دیکھی بھالی چیزوں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ گہرا یقین تھا ...صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ اللہ و رسول نے غیب کی جو چیزیں بتائی ہیں اگر پردۂ غیب اٹھا دیا جائے اور وہ چیزیں کسی پردے کے بغیر ہماری نظروں کے سامنے آ جائیں تو اس مشاہدے اور دیکھنے سے ہمارے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو...

کلام نبوت پر اعتماد

دیکھئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' مشہور صحابی ہیں... بعض خاص مصلحتوں کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کے متعلق یہ

فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ دوسرے لوگوں سے الگ کسی جگہ قیام فرمائیں... چنانچہ ربذہ کے مقام پر ایک جنگل میں انہوں نے اپنا اکیلا جھونپڑا ڈال لیا تھا... اور وہیں ۳۲ھ میں وفات پائی... جب ان کی حالت نازک ہوئی اور ان کی بیوی کو جو اس جنگل میں تنہا ان کی رفیقہ تھی اپنے خاوند کی موت کے آثار محسوس ہوئے تو وہ فکرمند اور پریشان ہوئیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب ان کی اس حالت کو دیکھا تو پوچھا کیوں اتنی پریشان ہو اور کیوں روتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی یہ حالت ہے اور میں یہاں بالکل اکیلی ہوں اگر حکم الٰہی آ گیا تو میں عورت ذات اکیلی کس طرح آپ کے کفن دفن کا انتظام کر سکوں گی اور گھر میں کفن بھی نہیں...

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فکر نہ کرو اور پریشان نہ ہو مجھے یقین ہے کہ اللہ کے کچھ بندے میرے کفن دفن کے لئے ضرور پہنچیں گے... جب اللہ کا فرشتہ میری روح قبض کر لے تو تم چادر سے مجھے ڈھانک کر قریب سے گزرنے والی سڑک پر چلی جانا... وہاں سے مسلمانوں کا کوئی قافلہ گزرتا ہوا تمہیں ان شاء اللہ نظر آئے گا تم ان سے کہنا کہ ابوذر کا یہاں انتقال ہو گیا ہے اور وہ تم کو سلام کہہ گیا ہے اور تم ہی کو اس کی تجہیز و تکفین یعنی کفن دفن کا سارا کام کرنا ہے... یہ قریب سے گزرنے والی سڑک وہ تھی جو کوفہ سے مکہ معظّمہ جانے والی تھی... چونکہ حج کا زمانہ بالکل قریب تھا اور حج کے لئے مکہ جانے والے قافلے جا چکے تھے اور اب سڑک کئی دن سے سنسان پڑی تھی اسی لئے ان کی بیوی کو اس میں تردد اور تعجب ہوا انہوں نے پوچھا آپ یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہیں؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا... بات یہ ہے کہ ایک دن ہم چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں ایک آدمی وہ ہے جو آبادیوں سے دور ایک جنگل میں انتقال کرے گا اور اللہ اپنے کچھ بندوں کو بھیجے گا جو وہاں پہنچ کر اس کے کفن دفن کا انتظام کریں گے...

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اس مجلس میں میرے سوا جتنے بھی دوست تھے وہ سب کے سب کسی نہ کسی شہر میں انتقال کر چکے ہیں... ان میں سے اب صرف میں ہی باقی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یقیناً صحیح ہونے والی ہے اور اب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وقت آ گیا ہے اس لئے مجھے بالکل یقین ہے کہ اللہ کے کچھ بندے جن کی میرے آقا نے خبر دی ہے ضرور پہنچیں گے اور میری قبر تیار کرنے اور دفن کرنے کا کام تمہیں انجام نہیں دینا پڑے گا... لہٰذا اس کی وجہ سے فکر مند نہ ہو بلکہ تیاریاں کرو میرا وقت قریب ہے اور روح قبض کرنے کے لئے اللہ کے فرشتے آنے ہی والے ہیں... فرشتوں کو چونکہ خوشبو مرغوب ہے لہٰذا وہ جو ذرا سا مشک رکھا ہوا ہے پانی میں گھول کر اس کو خیمہ پر چھڑک دو اور اللہ کے جو بندے مجھے دفن کرنے کے لئے پہنچیں گے ان کی مہمانی کے لئے بکری کا بچہ ذبح کر کے گوشت چولھے پر چڑھا دو انہیں میری طرف سے کہہ دینا کہ وہ کھانا کھا کر جائیں...

چنانچہ ایسا ہی ہوا... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روح جب ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی تو جیسا انہوں نے حکم دیا تھا جسم کو چادر سے ڈھانک کر ان کی بیوی سڑک پر جا بیٹھیں... تھوڑی ہی دیر کے بعد کچھ غبار اڑتا سا نظر آیا... یہ ایک قافلہ تھا جو نہایت تیز رفتار اونٹنیوں پر کوفہ سے بھاگم بھاگ چلا آ رہا تھا... اس قافلہ میں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے کچھ ساتھی تھے...

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم کوفہ میں پہنچا کہ فوراً مکہ معظمہ آ کر مجھ سے ملو... وقت چونکہ نہایت تنگ تھا اس لئے یہ قافلہ غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ مکہ کی طرف جا رہا تھا... اصل میں اللہ پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشینگوئی کے پورا کرنے کا انتظام فرمایا تھا...

جب یہ قافلہ قریب آیا تو حضرت ابوذر کی بیوی نے انہیں روکا اور حضرت ابوذر

کے انتقال کی اطلاع دی اوران کا پیغام پہنچایا... یہ سب حضرات انا اللہ پڑھتے ہوئے فوراً اونٹنیوں سے نیچے اتر گئے... پھر حضرت ابوذر کوانہوں نے غسل دیا اوراسی قافلہ کے ایک انصاری نوجوان نے کفن کے لئے دو چادریں دیں جو اپنے احرام کے لئے وہ گھر سے لے کر چلے تھے... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے تو اپنے لئے گھر میں کفن بھی نہیں چھوڑا تھا... قافلے والے حضرات نے ہی قبر تیار کر کے دفن کیا اور وصیت کے مطابق کھانا کھا کر واپس ہوئے اور جیسا کہ روایات میں ہے حضرت ابوذر کی اہلیہ کو بھی اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئے...

صحابہ کرام کیا تھے؟

دنیا کفر' شرک' جہالت' ظلم وستم کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غرق تھی رحمت خداوندی کا دریا جوش میں آیا اور سید الکونین سراج منیر سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کومخلوق کی ہدایت کیلئے اپنے گھر مکہ مکرمہ میں مبعوث فرمایا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن بھی نرالا تھا... شباب بھی انوکھا تھا... قوم کی گمراہیوں سے بالکلیہ انقطاع... امانت دیانت عفت وپاکدامنی شجاعت وصداقت میں بالکل الگ تھلگ اسی لئے پوری قوم نے آپ کوصادق الامین کے لقب سے ملقب ٹھہرایا...

چالیس برس کی عمر میں نبوت اور وحی خداوندی سے سرفراز فرمائے گئے اب آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری فریضہ دعوت وتبلیغ تھا... کفار ومشرکین جو جہنم کا ایندھن بن چکے تھے... ان میں سے ایک ایک کو گویا جہنم سے نکال کر جنت میں داخلے کی شبانہ روز محنت شروع ہوئی... شدید مخالفتوں ایذاؤں کے باوجود نور وہدایت خداوندی کا چراغ روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا... کفار نے اسے بجھانے کیلئے سو پاپڑ بیلے لیکن اعلان خداوندی ہوا

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہدایت سے جو شمعیں روشن ہوئیں بالتدریج صحابہ کرام پروانہ وار اس پر گرنا شروع ہوئے... سیدنا صدیق اکبر آئے.... سیدنا علی آئے.... عثمان آئے.... فاروق اعظم آئے.... زبیر آئے.... ابوذر غفاری آئے.... بلال آئے.... جیھڑے آکے بیندے گئے سو رنگیندے گئے

آنیوالوں پر حیات طیبہ اخلاق واعمال حسنہ کا وہ رنگ چڑھا کہ سورج آنکھ نے نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا... مال انسان کی ایک بڑی کمزوری ہے اس کے لالچ میں انسان بہت کچھ کر جاتا ہے اور بخل تو طبعی امر ہے... لیکن صدیق اکبر بہ برکت صحبت نبوی اس مقام پر پہنچے کہ چندہ کی اپیل پر اپنا سارا مال لاکر پاؤں مبارک پر ڈھیر کردیا... پوچھا کہ صدیق! گھر کیا چھوڑ آئے ہو؟

عرض کیا سب کچھ لے آیا ہوں گھر میں اللہ اور رسول کی خوشنودی اور محبت بس...

دوسروں کی حق تلفی خیانت دھوکہ یہ سب کچھ انسانوں میں پایا جاتا ہے مگر سنئے حضرت عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ آپ ایک گھوڑا خرید کر لائے اور بائع کو کہا کہ میرے ساتھ آؤ دوسو درہم قیمت گھر چل کر ادا کردوں گا گھر تشریف لائے تو بائع کو چار سو درہم ادا کئے پھر گھر تشریف لے گئے اور دوسو درہم مزید لاکر بائع کو دیدیئے... اس طرح آٹھ سو درہم بائع کو ادا کردیئے... اس نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ لوگ جیبیں کاٹتے ہیں اور آپ میری جیب بھر رہے ہیں اور بس ہی نہیں کر رہے...

فرمایا: اللہ کی قسم میرے خیال میں تیرا گھوڑا دوسو درہم سے بہتر تھا چار سو درہم سے بھی بہتر تھا اس لئے تیرا پورا حق ادا کرنے کیلئے میں درہم میں اضافہ کرتا رہا... کیونکہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا اب اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری اس بیعت کی خلاف ورزی ہوتی...

بہرحال صحابہ کرام کیا تھے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت کی تصدیق کرنے والے اولین افراد ہیں... وہ وحی الٰہی کے اوّلین مخاطب اور قرآن مجید کو سینوں میں محفوظ کرنے والے ہیں... وہ اللہ کے رسول اور امت کے درمیان مقدس واسطہ ہیں... وہ معلم کتاب وحکمت کے ایسے شاگرد تھے جن کے سینے علم کے گنجینے تھے... ان کے کردار آیات قرآنی میں ڈھل گئے تھے... فیضان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دل بغض وکدورت سے پاک تھے... وہی غزوۂ بدر کے نبرد آزما... احد کے جان نثار... خندق کے مجاہد... خیبر کے صف شکن... معرکہ موتہ کے غازی... مکہ کے فاتح... حنین کے سینہ سپر... تبوک کے راہروان... سخت کوش اور مسجد نبوی کے حاضر باش تھے... رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام وہ خوش قسمت ہستیاں ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع وسجود کا شرف نصیب ہوا... غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور یہ کہ متاع ایمان کو بچاتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر کم وبیش ایک لاکھ 24 ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سننے اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا دنیا سے رخصت ہونے والے آخری صحابی حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ ہیں جنہوں نے 110ھ میں مکہ میں وفات پائی... حضرات صحابہ کی عبادات ...نماز... روزہ... صدقات... غیر اللہ کی محبت سے دل کا خالی ہونا... تقویٰ وطہارت...

جنت دوزخ کا گویا آنکھوں کے سامنے ہونا... رضائے الٰہی کیلئے جانثاری وغیرہ وغیرہ جتنے اوصاف کمالیہ ہیں... سراج منیر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی کرنیں ہیں... سب صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں... اس لئے ارشاد فرمایا گیا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کا بھی اتباع کروگے ہدایت ملے گی" اس لئے حضرات صحابہ کرام کی عظمت واحترام ان سے محبت اور انکی اتباع امت پر لازم ہے جو اتباعِ صحابہ سے انحراف کرتا ہے وہ گمراہی کے راستوں پر چل پڑتا ہے... (عصر حاضر کیلئے مشعل ہدایت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَا هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا○

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں۔کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔آپ انہیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھیں گے۔اللہ کے فضل ورضا کی تلاش میں ہیں۔ان کے چہروں پران کا نشان سجدوں کے اثر سے ہے۔ان کی یہی صفت تورات میں ہے۔

اور یہی صفت انجیل میں ہے۔اس کھیتی کی مانند جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط بنایا۔پھر موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا ہو گیا اور کسانوں کو اچھا معلوم ہونے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے۔ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔(سورۃ الفتح)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسان کو کیا پوچھتے ہو۔اس سلسلے میں کسی سے وہ کام نہ ہوسکا جوانہوں نے کر کے دکھایا۔انہوں نے سارا مال دین کے کاموں میں میری مرضی کے

موافق خرچ کر ڈالا اس لئے جس قدر ان کے مال سے مجھے فائدہ پہنچا کسی اور کے مال سے نہیں پہنچا۔ خلت اس محبت کو کہا جاتا ہے جس کی جڑیں دل کے رگ وریشہ میں پھیلی ہوئی ہوں۔ فرمایا ایسی محبت مجھے اللہ ہی سے ہے جس میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں۔ اگر کچھ بھی گنجائش ہوتی تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بعد آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی جو کسی اور سے نہ تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب میں بہتر ہیں اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جن کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ایسا کوئی ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (متفق علیہ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی طرف سے نیک اور صحیح بات پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو خطاب کا بیٹا عمر ہوتا۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ڈال کر آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لشکر کا سامان درست کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا ڈالیں۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارے مسرت کے ان اشرفیوں کو الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو عمل کریں معاف ہے۔ (عمل سے مراد گناہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ یہ جملہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے سنا جب آپ فتنہ کا ذکر فرمارہے تھے اور انہیں نزدیک ہی بتارہے تھے کہ اتنے میں کپڑا اوڑھے ہوئے ایک شخص گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ میں نے اٹھ کر معلوم کیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے سامنے آکر آپ سے پوچھا کہ یہ شخص حق پر ہوگا فرمایا ہاں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر اس سے فرمایا۔ اُحد ٹھہر جا، حرکت بند کر دے۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات خواب میں ایک نیک شخص کو دکھلایا گیا۔ گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹے ہیں۔ اور عمر، ابوبکر کو اور عثمان، عمر رضی اللہ عنہم کو۔

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ گئے تو ہم نے کہا وہ نیک شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جن لوگوں کو ایک دوسرے سے لپٹا ہوا دیکھا۔ وہ یکے بعد دیگرے خلفاء ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری کچھ عیسیٰ علیہ السلام کی سی مثال ہے۔ ان سے یہودیوں نے دشمنی کی۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا۔ اور عیسائیوں نے محبت کی تو ایسی کہ ان کے مقام سے اتار کر دوسرا مقام دے دیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بارے میں دو شخص برباد ہوں گے ایک تو مجھ سے حد سے زیادہ محبت رکھنے والا۔ جو میری ایسی مدح کرے

گا جس کے میں لائق نہیں اور دوسرا مجھ سے عداوت رکھنے والا۔ جو اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ مجھ پر بہتان باندھے۔ (مسند احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ...... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا اور مجھے خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام کیا ہے۔ فرمایا ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (تین دفعہ یہی جملہ فرمایا) اور ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہما بھی ان کی دوستی کا مجھ کو حکم دیا اور خبر دی کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ شرفاً نگہبان ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نگہبان چودہ ہیں۔ ہم نے پوچھا وہ کون ہیں۔ فرمایا: ❶ علی ❷ حسن ❸ حسین ❹ جعفر ❺ حمزہ ❻ ابوبکر ❼ عمر ❽ مصعب بن عمیر ❾ بلال ❿ سلمان ⓫ عمار ⓬ ابن مسعود ⓭ مقداد ⓮ ابوذر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ انصار سے محبت مومن ہی رکھے گا اور ان سے عداوت منافق ہی رکھے گا۔ پھر جس نے ان سے محبت رکھی اللہ پاک بھی اس سے محبت رکھے گا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا اللہ پاک بھی اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا اگر تمام لوگ ایک راہ پر یا ایک گھاٹی پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی پر تو میں انصار ہی کی راہ اور گھاٹی پر چلوں گا، انصار بدن سے لگا ہوا کپڑا ہیں اور دیگر مسلمان بالائی کپڑا ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی اور میری موت تمہاری موت ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ اس وقت چادر کا ایک حصہ سر سے باندھے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر چڑھ گئے۔ پھر آپ کو منبر پر چڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ میں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں ان کا خیال رکھنا۔ کیونکہ میرے پیٹ اور پوٹلی ہیں۔ (میرے راز دار اور بھیدی ہیں) ان پر جو حق تھا ادا کر چکے۔ اور ان کا حق ہنوز ادا نہ ہو سکا۔ لہٰذا ان کے نیکوں کی نیکیوں کی قدر کرو۔ اور بروں کی برائی سے درگزر کرو۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار کو ان کے بیٹوں کو اور ان کے پوتوں کو بخش دے۔ (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر والوں کو اللہ پاک نے جھانک کر فرمایا۔ جو چاہو کرو۔ تمہارے لئے بہشت واجب ہو ہی چکی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا تم بدر والوں کو کیا سمجھتے ہو۔ فرمایا سب مسلمانوں سے افضل یا اسی جیسا کوئی کلمہ فرمایا۔ جبرئیل نے کہا اسی طرح وہ فرشتے تمام فرشتوں سے افضل شمار کئے جاتے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ (بخاری)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ بدر وحدیبیہ والوں میں سے کوئی بھی ان شاء اللہ دوزخ میں نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ والے دن چودہ سو اصحاب تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔آج تم تمام انسانوں سے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

اہل بیت کی فضیلت

حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے ان کو غصہ دلایا مجھے غصہ دلایا اور جو بات انہیں بری معلوم ہوگی وہی بات مجھے بھی بری معلوم ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ! کیا تم جنتی عورتوں کی سرداری سے خوش نہیں ہو۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ (ترمذی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اُٹھائے ہوئے دیکھا اور آپ یہ دعا فرمارہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھوڑا سا دن تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کے پاس آ کر فرمایا کیا یہاں بچہ ہے۔کیا یہاں بچہ ہے۔یعنی حسن رضی اللہ عنہ۔ ابھی آپ فرما ہی رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے اور اس کے محبّ سے محبت رکھ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن کی طرف دیکھ کر فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ (بخاری)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے بچے جس پر تو سوار ہے کتنی بہترین سواری ہے۔ فرمایا اور کتنا بہترین سوار بھی تو ہے۔ (ترمذی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوں یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جس کو آج دن نکلتے ہی میں نے اٹھایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اس وقت کے خیال میں تھا کہ اسے پالوں۔ (مسند احمد)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت

رکھ۔اوران کو بھی دوست رکھ جوان دونوں سے محبت کریں۔ (ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا۔

اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے آ کر سلام کرے۔اور یہ خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔اور حسن حسین رضی اللہ عنہما بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے لڑوں گا جوان سے لڑتا ہوگا اوراس سے صلح کروں گا جوان سے صلح کرے گا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ کمبل اوڑھ کر جس پر کجادوں کے نقش تھے۔باہر تشریف لائے۔پھر حسن رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بھی گود میں لے لیا۔پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ان کو بھی اپنے پاس بٹھالیا۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں بھی بٹھالیا اور سب کو کمبل کے اندر لیکر فرمایا۔اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے گندگی دور کردے اور تم کو اچھی طرح سے پاک کردے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت:

نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ الخ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔زید بن محمد کہا کرتے تھے۔آخر کار یہ آیت اُدْعُوْا هُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو) اُتری۔

زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنالیا تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو زید بن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس کا بیٹا ہو اسی کا بیٹا کہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا موقوف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زید رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے کہا مجھے پونچھنے دیجئے۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تم بھی اس سے محبت رکھو کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔ (ترمذی)

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عباس اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کے گھر والوں میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے۔ فرمایا مجھے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت اس سے ہے جس پر اللہ نے اپنا فضل فرمایا اور میں نے احسان کیا یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے۔ پوچھا ان کے بعد فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اس اُمت میں سب عورتوں سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور اس اُمت میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شبیہ کو سبز ریشمی رومال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والے دن اپنے اپنے تحفے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجنے کا قصد کرتے تھے تا کہ آپ خوش ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے

درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ جو آپ کے پاس ہدیہ بھیجنا چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں ہدیہ بھیج دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہ ستاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے اس وجہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلاتا پلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے دیکھو تمہارے اندر میرے گھر والوں کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ جو کشتی پر سوار ہو گیا طوفان سے بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ ڈوب کر ختم ہو گیا۔ (مسند احمد)

ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان کے امن کی نشانی تارے ہیں۔

جب تارے جھڑ جائیں گے تو آسمان کا وقت آجائے گا۔ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی امن کی نشانی ہوں۔ میرے جانے کے بعد صحابہ فتنوں میں پڑ جائیں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میری اُمت کے امن کی نشانی ہیں جب وہ نہ رہیں گے تو میری اُمت پر وہ بلائیں آجائیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال اس طرح ہے جس طرح کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کھانا نمک ہی سے درست ہوتا ہے۔ حضرت عبید اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جو بھی صحابی کسی ملک میں فوت ہوگا۔ قیامت کے دن جب وہ زندہ ہوگا تو وہ لوگوں کے لئے جنت کا رہنما ہوگا اور ان کے لئے نور ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھایا اس کو جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہترین ہیں۔ پھر ان کے نزدیک والوں کی۔ پھر ان کے نزدیک والوں کے نزدیک والوں کی۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قیامت تک کے تمام لوگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم بہتر تھے ان کے بعد تابعین کا درجہ ہے، پھر تبع تابعین کا۔ صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک رہا۔ پھر تابعین کا دور آیا یہ دور ۱۷۰ھ تک رہا۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ آیا ان کا زمانہ ۲۶۰ھ تک رہا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کو نہ پہنچے گا۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ (تین بار فرمایا)۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کی جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہوں تو کہو ان برا کہنے والوں کی شرارت پر خدا کی لعنت ہو۔

معلوم ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی طرح کا برا کہنا یا ان کی کسی بات پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی کام ایسا ہوا ہو کہ اگر کسی اور سے ہوتا تو اس کو برا کہا جاتا۔